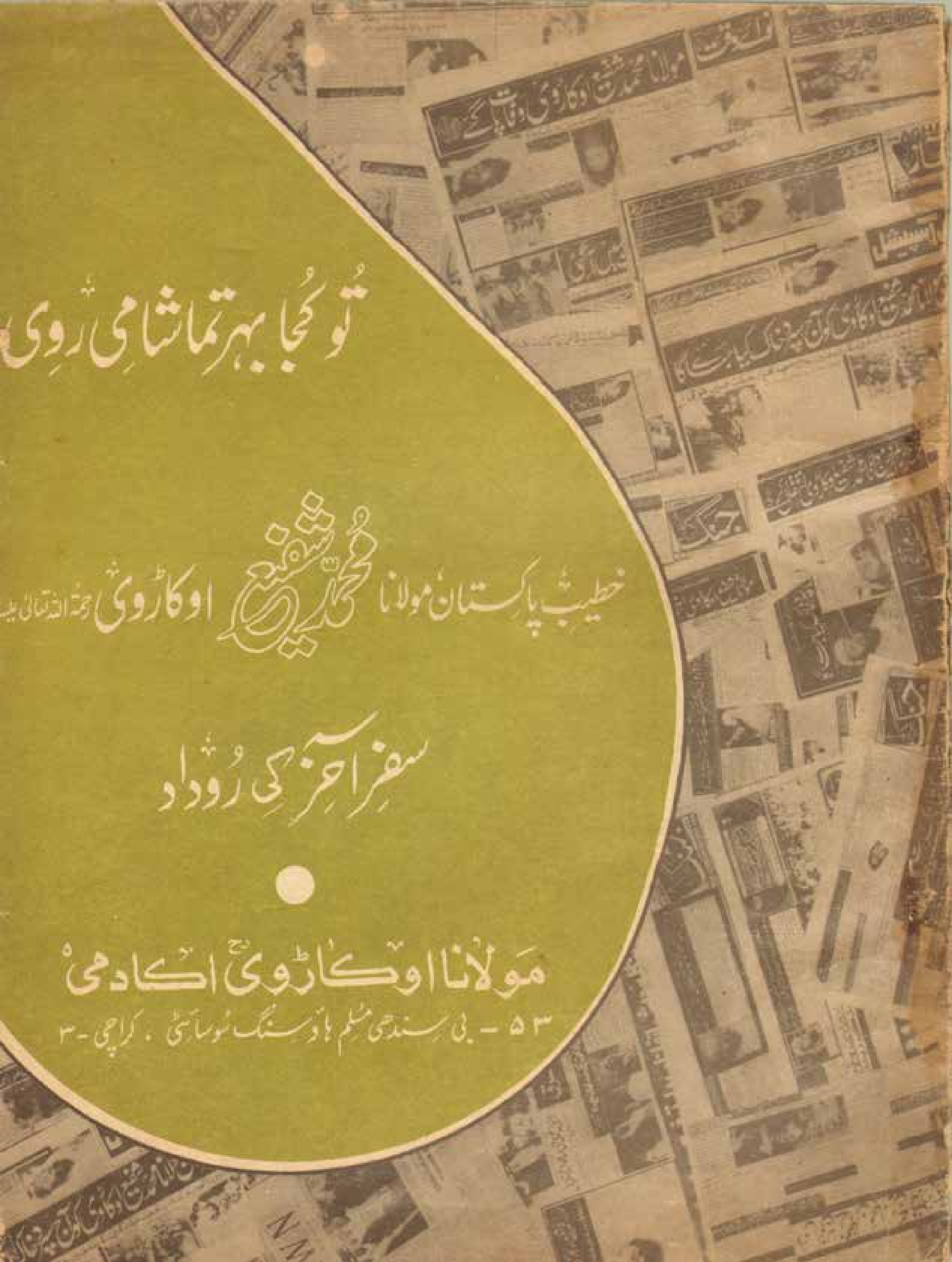

تو کجا بہرِ تماشا می روی

خطیبِ پاکستان مولانا محمد شفیع اوکاڑوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

سفرِ آخر کی رُوداد

مولانا اوکاڑوی اکادمی
۵۳ - بی سندھی مسلم ہاؤسنگ سوسائٹی ، کراچی - ۳

آبروئے ما ز نامِ مصطفےٰ است

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ دائماً ابداً

۱۴۰۴ ھجری

خطیبِ پاکستان حضرت مولانا محمد شفیع اوکاڑوی کی رحلت دُنیائے اہلسنّت کا بالخصوص اور عالمِ اسلام کا بالعموم بہت بڑا سانحہ ہے۔ ایسا قومی و ملّی نقصان جس کی تلافی خدا ہی کے مقصود و منشا پر موقوف ہے۔ یوں تو جو شخص بھی جاتا ہے، ایک خلا چھوڑ جاتا ہے لیکن خطیبِ پاکستان کی رحلت ایک شخص کی نہیں، ایک ادارے کی موت ہے۔ وہ اپنی ذات میں ایک انجمن، ایک ادارہ، ایک زمانہ تھے۔ خطیبِ پاکستان کی شخصیت، اہلسنّت وجماعت کی پہچان، اُن کی عظمت وشان اور ان کی حقانیت کا ایک اعلیٰ اور مکمل نمونہ اور دلیل کا درجہ رکھتی تھی۔ ۵۵ برس کی مختصر سی عمر میں انھوں نے پاکستان کے گلی کوچوں میں نعرۂ حق کے جو اَنمٹ نقوش لوگوں کے دلوں میں مرتسم کیے اور عشقِ رسول کے جس ولولہ و جوش سے لوگوں کو آشنا کیا آج وہی اہلسنّت کا افتخار و اعتبار ہے۔ وہ دشمنانِ دین وملّت کے لیے شمشیرِ براں تھے اور غلامانِ رسول کے لیے سپرِ آہن۔ وہ عاشقِ رسول تھے، صحابہ کرام کے مسلک و مذہب کے مبلغ اور اہلبیتِ رسول کے سچّے محب، شاہِ جیلاں حضور غوثِ پاک کے دیوانے مستانے، اولیائے کرام کے منظورِ نظر، وہ بشارتِ شیرِ ربانی اور محبوبِ بارگاہِ ثانی ولاثانی تھے، فیض وکرمِ حضرت کرماں والا کے پروردہ

ایک خلقت ان کی گرویدہ اور والا و شیدا تھی۔ وہ ایک عالم، ایک محقق، بلند پایہ ادیب اور صاحبِ کرامات درویش بزرگ تھے۔

بہت سے لوگوں کی موت پر آنکھیں بھی نہیں روتیں۔ یہاں تو دل رو رہے ہیں کس سے پوچھیں کہ کیا ہو گیا، کون جدا ہو گیا، جس کی ذات ہر فتنے سے تحفظ کی علامت تھی، جو مقامِ مصطفےٰ، مقامِ صحابہؓ، مقامِ اولیا کا محافظ تھا، جس کا کام شب و روز نبیؐ کی محبت اور اس کی عظمت کے ترانے گانا تھا، جو محبتوں کا درس دیتا تھا، نفرتوں کو مٹاتا تھا، جو بھلائیوں کا داعی تھا، برائیوں کا قلع قمع کرتا، جس کی آواز میں شہد اور لفظوں میں خوشبو، کردار و گفتار میں ولیوں کی سی خوبو، جو مقربین الٰہ کا نمائندہ، جو رحمتہ للعالمین کا وارث تھا کس سے روٹھ گیا۔ گلی گلی جس کی آمد کے چرچے ہوتے، جس کے آنے پر زندہ و پائندہ باد کی صدائیں گونجتی تھیں وہ منبرِ رسولؐ کی رونق، شمعِ بزمِ اہلسنّت، جس کی ہر ادا پر دل جھومتے جس کی صورت دیکھ کے ایمان تازہ ہوتے، جس کی آواز پر دل جاری ہوتے، وہ امن و آشتی کا علمبردار عشقِ رسولؐ جس کا روزگار تھا۔ کراچی نہیں، پاکستان کو سونا کر گیا۔ وہ ہر سنّی کے محبوب اور ہر مسلمان کے رہنما، وہ ہر پاکستانی کا افتخار تھے۔ زمانہ مدتوں انھیں یاد کرتا رہے گا۔ ان کے احسانات، ان کی خدمات، تعلیمات، سیرت و سوانح ان کا مشن آنے والی نسلوں کے لیے کلید کامیابی اور فلاح کی ضمانت رہے گا۔

ان شاء اللہ ان کا مرقدِ نورانی، فیضِ سبحانی اور رحمتِ ربانی سے فیوض و برکات کا منبع و مخزن رہے گا۔

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

منقبت

کھلا ہے ہر درِ جنت اوکاڑویؒ کے لیے
خدا کی خاص ہے رحمت اوکاڑویؒ کے لیے

میں اشکبار ہوں حضرت اوکاڑویؒ کے لیے
مچل رہی ہے طبیعت اوکاڑویؒ کے لیے

چہل پہل یہ نرالی ہے حور و غلماں کی
سجا رہے ہیں وہ جنت اوکاڑویؒ کے لیے

برس رہے ہیں یہ رحمت کے ساون اور بھادوں
کہ اشکبار ہے ملت اوکاڑویؒ کے لیے

بچھی ہوئی ہے ہر اک سمت اک صفِ ماتم
غمیں ہے حلقۂ سنت اوکاڑویؒ کے لیے

چہار دانگ میں شاگرد ہیں عمل پیرا
تھی کیسی علم کی برکت اوکاڑویؒ کے لیے

وہ خرچ دین پہ کرتے تھے دولتِ دنیا
بجا تھی دین کی دولت اوکاڑویؒ کے لیے

نظر نے دیکھا ہے آتی تھی وعظ میں اکثر
رسولِ پاکؐ کی نصرت اوکاڑویؒ کے لیے

تھا ملک و قوم پہ مخصوص فیضِ عام ان کا
تھی ہر نظر میں محبت اوکاڑویؒ کے لیے

خدا کے فضل سے تعظیمِ سرورِ کونین
ہوئی ازل میں ودیعت اوکاڑویؒ کے لیے

بنا گئی ہے بہر گام اک نئی جنت
مرے نبیؐ کی عنایت اوکاڑویؒ کے لیے

خطیب و غازیِ تبلیغِ دین کا سہرا
ہے وقف تا بہ قیامت اوکاڑویؒ کے لیے

ملے گی شہرِ کراچی میں ہر چہار طرف
قدم قدم پہ محبت اوکاڑویؒ کے لیے

تمام عمر رہی بہترین سرمایہ
رسولِ پاکؐ کی الفت اوکاڑویؒ کے لیے

کوئی شبہ نہیں اس میں کہ روئے گی تلقین
تمام عمر یہ ملت اوکاڑویؒ کے لیے

بجھ گئی وہ شمع جو مقصودِ ہر پروانہ تھی

نحمدہٗ ونصلی ونسلّم علیٰ رسولہٖ الکریم وعلیٰ آلہٖ وصحبہٖ اجمعین ۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عاشقِ رسول حضرت مجددِ اہلسنت علامہ خطیبِ پاکستان مولانا محمد شفیع صاحب اوکاڑوی بیک وقت ایک صاحبِ طرزِ شیریں بیاں دل نواز خطیب، بلند پایہ محقق اور ادیب، پرسوز قاری، دل کش اور سحر انگیز نعت خواں، بہترین منتظم، دلچسپ اور خوش کلام، مشفق اور مہربان استاد، شائستہ اور مہذب انسان، خوش مزاج طرح دار و دل دار دوست وضع دار و خود دار صاحبِ بصیرت مفکر، جامع معقول و منقول عالم شخصیت تھے اس کے علاوہ ان کی ذات و صفات میں اور بھی قابلِ ذکر محاسن ہیں رب العزت نے انہیں صورت و سیرت کے ہر حسن سے نوازا تھا ستاروں کی جگمگاتی بزم میں چاند کی اپنی الگ ایک آب و تاب ہوتی ہے وہ جہاں نظر کو مانوس اور بھلا لگتا ہے اسی طرح دل و جاں کو بھی متاثر کرتا ہے۔ حضرت ممدوح مولانا اوکاڑوی مرحوم کا بھی کچھ یہی حال تھا وہ علماء و مشائخ میں اپنی ایک منفرد و امتیازی شان رکھتے تھے۔ جو ہر دلعزیز بھی تھے شاید ہی اہلسنت میں کوئی ایسا عالم یا مرشدِ روحانی ہوگا جس کے لیے مولانا کی شخصیت ناپسندیدہ ہو۔ ہر کوئی ترا نام لے ہر کوئی دیوانہ ترا۔

منگل، ۲۴ اپریل کی صبح وہ اس دارِ فانی سے دارِ بقا کی طرف رحلت کر گئے۔ دنیائے اہلسنت ان کے سانحۂ ارتحال پر مغموم اور رنجیدہ ہے، عام و خاص یہی کہہ رہا ہے کہ صرف مولانا کے فرزند یتیم نہیں ہوئے تمام سُنّی یتیم ہوگئے وہ سب کا سہارا اور مددگار تھے۔ دنیا بھر کے اُردو دان اہلسنت میں سے کون ہے جو ان سے واقف نہیں جسے مولانا کی تحریر و تقریر سے آشنائی نہ ہو۔ کتنے ایسے ہوں گے جنہوں نے اعلیٰحضرت مولانا شاہ احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ المتعالی کو مولانا کی تقریریں سن کر جانا اور پہچانا۔ پاکستان کا کون سا شہر اور علاقہ ہے جہاں مولانا مواعظِ حسنہ کے لیے بلائے نہ گئے ہوں۔ خطیبِ پاکستان کا خطاب انہی کو زیبا ہے۔ حکومتِ پاکستان جن علاقوں میں ابھی تک بجلی اور پانی نہیں پہنچا سکی وہاں مولانا نے ذکرِ رسول اور حرارتِ عشقِ رسول سے عوام کے قلوب کو لذت آشنا کیا۔ ملک بھر یا دیگر ممالک میں شاید ہی کوئی ایسا مذہبی خطیب ہوگا جس کے سننے کے لیے لوگ تمام رات جاگتے اور ٹس سے مس نہ ہوتے ایک دن میں پانچ پانچ مقامات پر ہزاروں کے اجتماع سے کئی گھنٹے خطاب شاید ہی کسی مذہبی خطیب و عالم کے حصے میں آیا ہو۔ مولانا کا یہ احوال کسی مہم کے دوران نہیں چھتیس برس کے شب و روز پر محیط ہے اور ایک دن میں تین تین سو میل کے فاصلے پر مختلف خطابات ہوئے، ایک ہی موضوع پر بے تکان بغیر تکرار کے مسلسل پانچ پانچ گھنٹے تک تمام تر توانائی کے ساتھ خطاب صرف انہی کا خاصہ تھا۔ انہیں رب العزت نے جو طاقت دی تھی وہ محض اس کا فضل و کرم تھا۔ شبِ عاشورہ محرم ملک کا سب سے بڑا مذہبی اجتماع مولانا

مرحوم کی محفلِ ذکرِ شہادتِ امام حسین علیہ السلام میں ہوتا، اور اہلِ تشیع کو بھی یہ اعتراف ہے کہ مولانا اوکاڑوی جس قدر اسناد صحیحہ کے ساتھ محبت سے ذکرِ امام پاک کرتے ہیں ہمارے شیعہ علماء بھی نہیں کرتے اور شاید نہیں کر سکتے۔ اس اجتماع کا نظم و ضبط بڑی کی محویت قابلِ دید ہوتی یہاں تک کہ ہر آنکھ پرنم ہوتی۔ مولانا محترم معراجِ مصطفٰے کا ذکر بھی اس والہانہ انداز سے کرتے کہ ہر سامع پر وجد و رقت کی کیفیت طاری ہوجاتی۔ ایک یہی کیا ذکرِ میلادِ مصطفٰے ہو یا ذکرِ شاہ جیلاں یا کوئی بھی عنوان ہو۔ لوگ ہمہ جاں ہو کر انہیں سنتے ان کی زندگی قیامِ پاکستان سے تا دمِ آخر مسلسل جد و جہد سے عبارت ہے، صبح و شام اجتماعات سے خطاب اور ایک مقام پر نہیں، چھوٹے بڑے شہروں، قصبوں، دیہاتوں، دور دراز کے پسماندہ علاقوں کے کٹھن اور طویل سفر صرف تبلیغ و توسیعِ دین اور فروغِ عشقِ مصطفٰے کے لیے، سردی ہو یا گرمی، برسات ہو یا برف باری ان کی راہیں کوئی چیز رکاوٹ نہیں بنی۔ آخری ہفتۂ حیات میں سخت علالت کے باوجود وعدے کے مطابق خیرپور برس یومِ علی کے اجتماع سے خطاب کرنے کے لیے سفر کیا اور باقاعدہ خطاب فرمایا۔ تقاریر کے علاوہ ۲۵ تصانیف جو تحقیقی اور علمی کاوشیں ہیں، علماء و عوام میں یکساں قدر و منزلت کی حامل ہیں۔ مساجد کی تعمیر اور اداروں کا اہتمام، مدارس کا انتظام و انصرام، تعلیم و تدریس، نمازِ جمعہ میں مسلسل تفسیرِ قرآن مکمل شرح و بسط کے ساتھ، فتاویٰ، ملاقاتی جو اپنے اپنے امورِ دنیا کے لیے بھی داد رسی چاہتے، ٹیلی فون، گھرداری، حکومت کی سطح پر متعدد امور کی مصروفیات جس میں آئین سازی، اصلاحِ معاشرہ، اتحاد بین المسلمین سیرت النبی، محکمہ اوقاف اور محکمہ تعلیم کے لیے بھی ان کی کوششیں اور خدمات کم نہیں۔ گویا ایک ذات تھی جو مکمل انجمن تھی۔ بہت سے

کام ان کے علاوہ تھے اور کبھی تیوری نہیں چڑھائی ہر کسی کی تسلی کا مکمل سامان، دوست داری اور شفقت عامہ کا یہ حال کہ جو بھی ملاقاتی ہے وہ یہ کہہ رہا ہے کہ جتنا تعلق مجھ سے ہے کسی سے نہیں، یہ جہانگیری خاصہ ذات تھی، فتنوں کی سرکوبی، مرتدوں منافقوں بد عقیدہ اور گستاخانِ رسول کے لیے وہ شمشیرِ برہنہ تھے۔ ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم : رزمِ حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

۲۰ اپریل ۱۹۸۴ء کو حسبِ معمول مولانا محترم نے نمازِ جمعہ کے اجتماع سے جامع مسجد گلزارِ حبیب ٹرسٹ ڈولی کھاتہ سولجر بازار میں خطاب فرمایا اس سے قبل وہ تین جمعے کراچی سے باہر رہے تھے۔ کراچی سے وہ مسجد وزیر خاں لاہور میں یوم صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے اجتماع سے خطاب کے لیے مدعو تھے وہاں سے وہ شوریٰ کے اجلاس میں شرکت کے لیے اسلام آباد تشریف لے گئے۔ ان کے معدے میں کوئی مخلل واقع ہو گیا تھا جس کے سبب وہ مرچ مصالحے والا کوئی کھانا نہیں کھا سکتے تھے۔ ہر اجلاس کے لیے وہ سینٹرل گورنمنٹ ہاسٹل میں قیام کرتے لیکن علالتِ طبع کے سبب پرہیزی کھانا اور طبیعت کے موافق آرام کے لیے اپنی بڑی بیٹی کے ہاں راولپنڈی میں قیام کیا۔ ان کے استاذِ محترم امام اہلسنت غزالیِ زماں رازیِ دوراں علامہ سید احمد سعید شاہ کاظمی جامعہ اسلامیہ انوار العلوم کچہری روڈ ملتان کے سالانہ جلسہ میں ہمیشہ کو مدعو کرتے اور مولانا سالانہ جلسے کے اجتماعات سے خطاب کرتے۔ علامہ کاظمی شاہ صاحب کو اپنے شاگردِ اعظم مولانا اوکاڑوی صاحب سے خصوصی تعلق تھا وہ نہ صرف مولانا سے نہایت شفقت اور محبت سے پیش آتے رہے بلکہ تعظیم و تکریم اور بے پناہ فخر بھی فرماتے۔ یکم اپریل ۱۹۸۴ء کو سالانہ جلسے کی اختتامی نشست جاری تھی، مہتمم دار العلوم امجدیہ مفتی ظفر علی نعمانی اجلاس کی صدارت کر رہے تھے۔ اچانک شدید ہوا کے ساتھ اتنے چھینٹے پڑے کہ کیچڑ ہو گیا۔ علامہ کاظمی صاحب نے جو مولانا کو "حافظ صاحب" پکارتے فرمایا کہ مولانا حافظ محمد شفیع صاحب کو فوراً بلاؤ کہ وہ خطاب کریں۔ مولانا محترم اسٹیج پر آئے اور لوگوں سے کہا سب اپنی جگہ بیٹھے رہو میں دعا کرتا ہوں بارش ابھی بند ہو جائے گی۔ مولانا نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور فرمایا اے اللہ کریم یہ مدینۃ الاولیا ملتان شریف ہے اس جلسہ گاہ کے ایک طرف حضرت غوث بہاء الحق والدین شیخ زکریا ہیں اور دوسری طرف شیخ رکنِ عالم تو ان دونوں بزرگوں کے طفیل بارش بند کر دے "پورا مجمع اس بات کا گواہ ہے اور یہی بات امام اہلسنت علامہ کاظمی صاحب نے مولانا مرحوم کے سوم کے اجتماع سے منبرِ رسول پر مولانا مرحوم کی کرامت کے طور پر بیان فرمائی کہ مولانا نے ادھر دعا پوری کی ادھر بارش بند ہو گئی اور کوئی شخص اپنی جگہ سے نہ ہلا مولانا نے ڈیڑھ گھنٹہ اس مجمع سے خطاب کیا۔

ملتان سے دوبارہ اسلام آباد تشریف لے گئے جہاں مجلسِ شوریٰ کا اجلاس جاری تھا۔ مولانا سخت علیل ہونے کے باوجود دن بھر شوریٰ میں مصروف رہے اور رات اپنے معمول کے مطابق راولپنڈی کے گرد و نواح بلکہ دو دو سو میل کے فاصلے پر جا کر اجتماعات سے خطاب فرماتے رہے۔ انہیں عارضۂ قلب ۱۹۷۴ء سے لاحق تھا۔ دل کے مریض کو دردِ دل کے لیے ایک گولی Angised ہر وقت ساتھ رکھنے کی تاکید کی جاتی ہے۔ یہ گولی درد کو فوری طور پر کم کر کے مریض کو آرام پہنچاتی ہے لیکن اس کا شدید ترین نقصان یہ ہے. کہ اس کی اکثریت سے خون کا دباؤ کم ہوتا چلا جاتا ہے اور دل کا مریض اس کا ایسا عادی ہو جاتا ہے کہ اس کو اس کے بغیر رہنا دشوار ہو جاتا ہے۔ کچھ عرصے سے مولانا کو مسلسل شب و روز کی شدید محنت اور کم آرامی و کم خوراکی کے باعث کمزوری ہو گئی تھی اور مصروفیات تھیں کہ بڑھتی جا رہی تھیں اس لیے اس گولی کا استعمال کچھ زیادہ ہو گیا تھا۔ شوریٰ کے حالیہ اجلاس میں قصاص اور دیت کی بحث جاری تھی اس مسودۂ قانون کو ترمیمات کے بعد مکمل کر دیا گیا تھا لیکن کچھ عوامل کے اختلاف کے سبب یہ بحث کے بعد پھر ایوان کے سامنے پیش کیا

بندۂ مومن کا دل بیم و ریا سے پاک ہے   قوتِ فرماں روا کے سامنے بے باک ہے

گیا، خصوصی کمیٹی تشکیل دی گئی جس کے مولانا بھی اہم رکن تھے، کمیٹی نے اوقاتِ کار کی تعیین کے بغیر کام کرنا تھا کیونکہ انہیں صرف ایک ہفتے کی مہلت دی گئی تھی راجہ صاحب محمد ظفر الحق وزیر اطلاعات جو مذہبی امور کے وزیر بھی ہیں اس کمیٹی کے سربراہ تھے، مولانا نے حق مشاورت ادا کرنے میں کس حد تک کمال کا مظاہرہ کیا، وہ تو راجہ صاحب یا ارکان کمیٹی ہی صحیح بتا سکیں گے۔ لیکن وہ خلوص دل سے نفاذ نظام مصطفےٰ چاہتے تھے اور اسی خاطر مجلس شوریٰ کی رکنیت قبول کی تھی ورنہ وہ اکثر کہا کرتے تھے کہ میری عزت منبرِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔ مجلس شوریٰ کی ممبری سے نہیں، وہ کہا کرتے تھے کہ میرے لیے روز اسٹیج سجائی جاتی ہے پھولوں کے ہاروں سے لاد دیا جاتا ہوں دعائیہ نعروں کی گونج ختم نہیں ہوتی میرے یہ اعزاز صرف عشقِ مصطفےٰ اور ذکرِ رسول کی برکت سے ہیں اولیائے کرام کا فیضانِ نظر ہے وہ یہ بھی فرماتے میں مر کر بھی نہیں مروں گا مرے مرنے کے بعد بھی خطیب پاکستان زندہ آباد کے نعرے گونجتے رہیں گے کیونکہ میں ان کی شان بیان کرتا ہوں جن کا نام لیوا اور غلام کبھی مرتا نہیں، لوگوں کے دلوں میں ہمیشہ زندہ رہتا ہے۔

۱۵ اپریل کی شب نشتر پارک کراچی میں اہلِ تشیع کے زیرِ اہتمام مولائے کائنات حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا یوم مبارک منایا جا رہا تھا اور مولانا خوارج کے علاوہ اتحاد بین المسلمین کے دل سے داعی تھے۔ علامہ عقیل ترابی نے بطورِ خاص شرکت کے لیے کہا تھا ان کے والد علامہ رشید ترابی مولانا مرحوم کا دل و جان سے احترام کرتے تھے۔ جناب ہادی عسکری نے شدت سے اصرار کیا تو مولانا نے وعدہ فرما لیا ۱۴ اپریل کو ان کا کراچی آنے کا پروگرام تھا مگر میر پور آزاد کشمیر کے احباب مصر ہو گئے کہ آج رات ہمارے ہاں محفلِ میلاد سے آپ خطاب فرمائیں اور صبح پہلی پرواز سے کراچی روانہ ہو جائیں۔ دن بھر خصوصی کمیٹی کے اجلاس نے تھکا دیا تھا مگر ۱ بجے رات سفر کر کے میر پور گئے لوگ ۱۲ بجے بھی ان کے منتظر تھے اور تقریر کے فوراً بعد واپس راولپنڈی کے لیے روانہ ہو گئے۔ صبح ۴ بجے راولپنڈی پہنچے، نمازِ فجر ادا

ایک تأثر

حضرت مولانا محمد شفیعؒ اوکاڑوی اس عہد کی اکابر دینی شخصیتوں میں ایک ممتاز حیثیت کے مالک تھے اُن کی خطابت جہاں دلوں کو گرماتی تھی وہاں ذہنوں کو روشن بھی کرتی تھی۔ ان کی تحریر حکیمانہ بصیرت کے ساتھ ساتھ ایک ایسی لطیف ادبی چاشنی بھی رکھتی تھی جو دینی لٹریچر میں بہت کم دیکھنے میں آتی ہے۔ مولانا نہ مسائل کی صحت پر آنچ آنے دیتے نہ اظہار کی بلاغت پر۔ لفظ ان کی زبان سے نکلے یا قلم سے اُس میں الجھاؤ نہیں ہوتا تھا۔ اُن کا علم وسیع۔ نگاہ واضح اور نقطۂ نگاہ واضح تر تھا۔ مولانا مرحومؒ نے عمر بھر اپنی غیر معمولی علمی و ذہنی صلاحیتوں کو اشاعتِ دین اور فروغ اتحادِ بین المسلمین کے مقدس مشن کے لیے وقف رکھا۔ ان کی سب سے بڑی دولت حضور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے والہانہ عشق اور حضور کی سیرتِ پاک کے تذکار سے حادثانہ انتساب تھا۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ مولانا کے قلب کی اسی روشنی نے اُن کو لوگوں کے دلوں پر اتنی وسیع اور گہری گرفت عطا کر رکھی تھی۔

میں نے مولانا مرحومؒ کو اُن کے ہزاروں سامعین کی صف میں دُور سے بھی دیکھا اور سُنا تھا۔ دو ایک مرتبہ اُن کی خدمت میں حاضری کا شرف بھی حاصل ہوا۔ ٹیلیفون پر بھی بات ہوتی رہی۔ آدمی اُن کے علم و فضل سے بھی متاثر ہوتا تھا اور عام انسانی روابط کی سطح پر ان کے اخلاقِ کریمانہ سے بھی۔ ان کی گفتگو میں شگفتگی کی ایک ایسی ہلکی پھلکی پھوار موجود رہتی تھی کہ ان کی شخصیت کو ہم نے کبھی اُن کی عظیم علمی ثقاہت کے بوجھ میں دبتے نہ دیکھا ہم نے اُن کو جب دیکھا انسانوں اور کتابوں میں گھرے دیکھا۔

مولانا محمد شفیع اوکاڑویؒ کی وفات سے عالمِ اسلام اپنے ایک بطلِ جلیل سے محروم ہوگیا۔ مگر جو لوگ ان کی طرح اپنے زمانے کو متاثر کر جاتے ہیں وہ اپنے افکار میں ہمیشہ زندہ رہتے ہیں۔

سیّد ضمیر جعفری

۲ مئی ۱۹۸۴ء

کرکے ناشتہ کیا اور بیٹی اور داماد سے کچھ دیر باتیں کرتے رہے۔ یہ ان کی راولپنڈی میں آخری مصروفیت تھی اور سرزمین پنجاب میں ان کا آخری خطاب تھا۔ صبح کی پہلی پرواز سے وہ کراچی گئے۔ وی آئی پی لاؤنج میں ان کے فرزند اکبر جناب کوکب نورانی نے ان کا استقبال کیا۔ اور مولانا گھر تشریف لائے۔ ان کی تھکن اور بے خوابی ان کے چہرے سے عیاں تھی۔ کوکب نورانی کا کہنا ہے کہ مولانا سفر پر جاتے اور آتے ہوئے میری موجودگی ضروری جانتے اور ہر مسئلے پر تبادلۂ خیال کرتے اور احوال سناتے۔ اس روز ہوائی اڈے سے گھر تک آتے ہوئے والد محترم نے صدر ضیاء الحق سے اپنی تازہ ملاقات کی روداد، اپنے سفر کی مختصر مصروفیات، قصاص اور دیت کے قانون اور خصوصی کمیٹی سے متعلق اپنی کوششوں اور علالت طبع کی گفتگو کی۔ گھر آکر وہ کچھ دیر گھریلو امور پر گفتگو کرتے رہے اور پھر اس خیال سے کہ شام بہت بڑے جلسے سے خطاب کرنا ہے، کچھ دیر کے لیے محو خواب ہو گئے۔ لیکن لوگوں نے انہیں زیادہ دیر آرام نہ کرنے دیا بالآخر وہ رات جلسے میں تشریف لے گئے۔ اس جلسے کے شرکا میں وفاقی وزیر محنت غلام دستگیر خاں، سید غوث علی شاہ وزیر تعلیم سندھ اور علامہ عقیل ترابی شامل تھے۔ مولانا نے ڈیڑھ گھنٹے تک عالمانہ تحقیق پر مبنی دلائل کے ساتھ خلیفۂ چہارم مولائے کائنات کی شان و عظمت بیان کی۔ یہ کراچی میں جلسۂ عام سے ان کا آخری خطاب تھا جو اتحاد بین المسلمین اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر اور خدمت دین و ملت کے جذبات و نصیحت سے مزین تھا۔ ۸ اپریل بدھ کی رات انہوں نے خیر پور میرس سندھ میں شانِ اہل بیت بیان کی یہ ان کا آخری جلسۂ عام تھا۔ وہ تمام زندگی محبت رسول کا درس دیتے رہے۔ قرابتِ رسول ان کے لیے اپنی ہر قرابت سے محترم تھی وہ آلِ رسول اور قرابتِ رسول پر دل و جان سے فدا تھے، ان کے آخری دونوں خطابات آلِ رسول کے مدح پر مبنی تھے یہ بھی ان کا ایک نمایاں اعزاز ہے۔

۱۰ اپریل جمعہ کے اجتماع سے خطاب کے بعد انہوں نے خود اپیل کی کہ سب ان کے لیے خصوصی طور پر دعائے صحت کریں۔

جامع مسجد گلزار حبیب کا خوبصورت اور دلکش محراب

جامع مسجد گلزار حبیب رہتی دنیا تک ان کی بہترین یادگار رہے گی۔ مولانا نے اپنی حیاتِ ظاہری میں یہ ایک ہی مسجد ہے جس کی بنیادوں سے تعمیر شروع کی وہ خود فرماتے تھے کہ میں جس خلوص سے یہ مسجد بنا رہا ہوں اتنے خلوص سے میں نے شاید کوئی کام کیا ہو صرف اس لیے کہ فرمانِ گرامی ہے جو زمین پر اللہ کا گھر بناتا ہے اللہ جنت میں اس کا گھر بناتا ہے۔ راقم عرض کرتا ہے کہ جو زمین پر اللہ کا گھر جتنا خوب صورت بناتا ہے اللہ جنت میں اس کا گھر اس سے ہزار درجے زیادہ خوب صورت بناتا ہے۔ مسجد گلزار حبیب ابھی زیر تعمیر ہے لیکن جس قدر بن چکی ہے اس کو دیکھنے والا ہر شخص اس کے حسن و جمال کی تعریف کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ ہمیں یقین کامل ہے کہ رب العزت جل مجدہٗ الکریم نے حضرت مولانا مرحوم کو جنت الفردوس میں جو گھر دیا ہے وہ اس سے کہیں زیادہ خوبصورت اور عمدہ ہوگا۔ مسجد کے دروازے تین لاکھ روپے کے لگ بھگ رقم کے خرچ سے بن رہے ہیں جن میں سے صرف چالیس ہزار روپے ابھی بنانے والوں کو ادا کیے گئے ہیں۔ مولانا نے جمعہ کے خطاب کے آخر میں اس کی تفصیل بتائی وہ مسجد پر ہونے والے تمام اخراجات اور ان کی تفصیل نمازیوں کے گوش گزار کرتے یہ ان کا معمول تھا۔ چندے کی اپیل بھی کی پھر نماز پڑھائی۔ مسجد گلزارِ حبیب کے نمازیوں نے اس روز آخری بار خطیبِ پاکستان کی اقتدا میں نمازِ جمعہ ادا کی۔ نمازِ جمعہ کے بعد وہ مسجد انتظامیہ کے باقی ارکان کو مسجد کی آئندہ تعمیر اور مسجد سے ملحق دینی درسگاہ جامعہ اسلامیہ گلزارِ حبیب کا نقشہ سمجھاتے رہے جس پر ان سب کو حیرت تھی۔ نمازِ جمعہ کے بعد مولانا گھر تشریف لائے ان کے ایک مداح اور قریبی ساتھی اور عزیز حاجی علاؤ الدین ان کے ساتھ تھے۔ اس شام حاجی علاؤ الدین کے ساتھ مولانا ایک نجی تقریب میں تشریف لے گئے وہاں سے جب لوٹے تو بیماری شدت اختیار کر چکی تھی۔ شب کے تین بجے انہیں دل کا درد شروع ہو گیا۔ اور Angised کی متعدد گولیوں سے بھی افاقہ نہ ہوا۔ تکلیف اتنی بڑھ گئی کہ سانس لینے میں دشواری ہونے لگی۔ ان کے فرزندان کوکب نورانی اور حامد ربانی اور ان کی اہلیہ محترمہ ان کے پاس تھیں۔ طے پایا کہ اسی وقت مولانا کو قومی ادارہ برائے امراضِ قلب لے جایا جائے۔ مولانا بمشکل اٹھے، وضو کیا اور دو رکعت نمازِ نفل ادا کی اور زیرِ لب کچھ دیر دعا کرتے رہے۔ چنانچہ فجر کے قریب انہیں ہسپتال لے جایا گیا مولانا گھر سے نکلتے وقت اپنی خواب گاہ میں گئے اور پھر اپنے بچوں کے کمرے میں آئے۔ اور پھر دعائیں پڑھتے ہوئے گھر سے نکلے ایک نظر گھر کو دیکھا اور پھر موٹر میں بیٹھ کر ہسپتال پہنچ گئے۔ مولانا گھر میں تہبند (تہمد) اور کرتے میں ملبوس رہتے۔ سادگی ان کا شعار تھی۔ سر پر ٹوپی اور کندھے پر سبز پھولوں والا رومال تھا۔ ہسپتال کے ایمرجنسی وارڈ میں ڈاکٹر اور عملہ فیڈ کر رہے تھے۔ کوکب نورانی نے انہیں بیدار کیا اور ڈیوٹی ڈاکٹر کو کہا کہ ڈاکٹر سید اسلم سے فوری رابطہ کریں کہ وہ قریب موجود ہوتے ہیں۔ ڈاکٹر نے کہا کہ آپ ان سے خود بات کریں کیونکہ میں انہیں علی الصبح بلا نہیں سکتا۔ کوکب نورانی نے ڈاکٹر سید اسلم سے بات کی وہ فوراً تشریف لے آئے مگر ان کے وہاں پہنچنے تک مولانا کو ایک بار پھر دل کا شدید دورہ پڑا یہاں تک کہ سانس اکھڑنے لگی فوراً انہیں مختلف انجکشن دیے گئے اور انتہائی طبی نگہداشت کے کمرے میں داخل کر لیا گیا۔ اسی شام مولانا کے گھر ایک نجی تقریب تھی جس کے لیے راولپنڈی سے مہمان دوپہر تک کراچی پہنچنے والے تھے۔ مولانا نے ڈاکٹر سے فرمایا مجھے ابھی دوا دے دیں میں کل داخل ہو جاؤں گا۔ ڈاکٹر سید اسلم نے کہا مولانا آپ کی صحت اجازت نہیں دیتی ورنہ آپ کی خواہش پوری کی جاتی۔ باوجود شدید تکلیف کے مولانا کے چہرے پر کوئی کرب نہیں تھا۔ کچھ دیر بعد مولانا کی حالت قدرے بہتر ہو گئی۔ مولانا کے بڑے صاحبزادے کوکب نورانی اپنے چھوٹے بھائی حامد ربانی کو مولانا کے پاس چھوڑ کر گھر آئے تاکہ اہلِ خانہ کو مطلع کر دیں اور ضروری سامان لے جائیں۔ انہوں نے گھر آ کر صدرِ مملکت کو فون کیا تاکہ ہسپتال کا عملہ اور معالجین مولانا کی نگہداشت میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھیں۔ کوکب نورانی دوبارہ اسپتال چلے گئے۔ قومی ادارہ برائے امراضِ قلب کے ڈائریکٹر، ڈاکٹر محمد شریف بھی اس وقت تک تشریف لا چکے

از : مولانا احمد علی قائدؔ شرقپوری، شرقپور شریف

قطعہ

غوث الوریٰؒ کے ہجر میں بیمار چل دیئے
آہ! مولاناؒ اوکاڑوی سرکار چل دیئے
روتی رہے گی حشر تک انہیں ہر اہلِ دل کی آنکھ
وہ سُنیّوں کے قائد و سالار چل دیئے

جذباتِ عقیدت

نبی پاکؐ کے عاشقِ زار بھی تھے
ہر اک اہلِ سُنّت کے دلدار بھی تھے
خطابت کی دُنیا کے شہکار بھی تھے
سدا عشقِ احمد سے سرشار بھی تھے
شرقپور سے اُن کو عقیدت بہت تھی
وہ مرشدِ لاثانیؒ کا پیار بھی تھے
تھے وہ حضرتِ کرمانوالاؒ کے شیدا
وہ غوثِ معظمؒ پہ بلہار بھی تھے
نہیں ہے صدف میں بھی ایسا گہر اب
وہ نایاب اک دُرِ شہوار بھی تھے
تمام عمر انہوں نے تبلیغِ حق کی
وہ تبلیغ کا ایک معیار بھی تھے
نبی پاکؐ کے دشمنوں کے لیے وہ
حقیقت میں اک ننگی تلوار بھی تھے
وہ شیدائیِ اہلِ بیتِ نبی تھے
صحابہؓ کے دل سے طرفدار بھی تھے
یہی ہر کوئی آج کہتا ہے قائدؔ
زمانے میں یاروں کے وہ یار بھی تھے

وفات شریف سے پانچ گھنٹے قبل خطیب پاکستان کی آخری تصویر

تھے۔ انہوں نے بہ غور مولانا کو دیکھا اور کوکب نورانی کو صورت احوال بتائی۔ ابھی ڈاکٹر محمد شریف صاحب مولانا کو دیکھ کر اپنے کمرے میں گئے ہی تھے کہ صدر مملکت نے انہیں فون کیا اور مولانا کی ہر طرح نگہداشت کے لیے خصوصی تاکید کی۔ ڈاکٹر محمد شریف نے صدر مملکت کے فون کی اطلاع خود آ کر مولانا کو دی۔ مولانا نے ڈاکٹر کا شکریہ ادا کیا۔ کچھ ہی دیر بعد صدر مملکت کی طرف سے ایک خوشنما گلدستہ مولانا کو پیش کیا گیا۔ جناح پوسٹ گریجویٹ میڈیکل سینٹر کے ڈائریکٹر پروفیسر ڈاکٹر محمد یونس اسی وقت آئے اور سیکرٹری وزارت صحت اور ڈائریکٹر جنرل ہیلتھ کی طرف سے مولانا کی عیادت کی اور وزارت صحت کی ہدایات سے کوکب نورانی کو بھی آگاہ کیا۔ ڈاکٹر محمد شریف نے وزارت صحت کی طرف سے ایک گلدستہ خود مولانا کو پیش کیا۔ ڈاکٹر سید اسلم کا کہنا تھا کہ عوام کو باخبر نہ کیا جائے کیونکہ مولانا کو بہت آرام کی ضرورت ہے اور مولانا کے مداح عملے کی پابندیوں کو قبول نہیں کریں گے اور ہم مولانا سے کسی کو ملنے نہیں دیں گے۔ تاہم کوکب نورانی کا موقف یہ تھا کہ مداحوں سے میں ملتا رہوں گا لیکن باخبر کرنا اس لیے ضروری ہے کہ لوگ دعائیں کریں گے۔ اور ہمیں مولانا کی صحت یابی کے لیے دعاؤں کی اشد ضرورت ہے۔ جامع مسجد گلزار حبیب میں قرآن خوانی شروع کرا دی گئی صدقہ کیا گیا اور ضروری احباب کو بذریعہ ٹیلی فون آگاہ کر دیا گیا۔ باوجود اس کے کہ ابھی عام اطلاع نہیں کی گئی تھی پھر بھی لوگ اسپتال پہنچنا شروع ہو گئے۔ ملاقات پر پابندی تھی اس لیے آنے والوں کے لیے ایک کتاب رکھدی گئی تاکہ وہ اپنے جذبات اور دعائیہ کلمات محفوظ کروا سکیں۔ رات گئے مولانا کو کتاب میں تحریر شدہ کلمات وغیرہ

خطیب پاکستان کے مرشد گرامی شیخ المشائخ حضرت ثانی لاثانی شرقپوری قدس سرہٗ

پڑھ کر سنا دیے جاتے۔ جناب کوکب نورانی نے اسی شام اخبارات کو مولانا کی علالت کی خبر بھجوا دی جو اگلے روز اخبارات میں شائع ہوگئی۔ اس خبر کے شائع ہوتے ہی مولانا کے گھر ٹیلی فون کی گھنٹی بجنی شروع ہوگئی۔ ممانعت کے باوجود اسپتال میں مولانا کے مداحوں کا ہجوم ہوگیا جسے مولانا کے فرزند اور متعلقین سمجھا کر واپس کرتے رہے۔ مولانا شدید تکلیف کے باوجود ہشاش بشاش نظر آتے تھے۔ چند خصوصی احباب کو مولانا کے اصرار پر صرف ملنے اور دیکھنے کی اجازت دے دی گئی۔ گورنر سندھ کی طرف سے اس روز ایک گلدستہ اور دعائیہ پیغام مولانا تک پہنچایا گیا۔ حاجی علاؤ الدین آئے تو دو گھنٹے تک مولانا کے پاس بیٹھے رہے اور مولانا ان سے غوث زماں جنید العصر فرید الدھر حضرت گنج کرم پیر سید محمد اسمٰعیل شاہ صاحب بخاری، حضرت کرماں والے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے کشف و کرامات کی باتیں کرتے رہے معالجین نے منع کیا کہ زیادہ گفتگو نہ کریں مگر مولانا نے فرمایا میں جن کا نام لے رہا ہوں ان کے نام اور ذکر کی برکت سے مردے بھی اٹھتے ہیں۔ آپ کیا جانیں کہ ان کے ذکر سے میرے دل کو کتنی تقویت مل رہی ہے وہ اپنے پیر و مرشد شیخ المشائخ قطب الاقطاب حضرت میاں غلام اللہ صاحب المعروف حضرت ثانی صاحب شرقپوری علیہ الرحمۃ کا ذکر مبارک کرتے رہے۔ الحاج صوفی رحمۃ اللہ رحمانی آئے تو فرمایا، صوفی صاحب دعا کریں اللہ تعالیٰ ہمت دے تاکہ میں مسجد گلزار حبیب مکمل کر سکوں، یہ ان کی آخری خواہش تھی اس روز انہوں نے اپنے فرزند کوکب نورانی کو ان مہمانوں کی خدمت پر مامور کیا جو راولپنڈی سے آئے تھے، کوکب

غوثِ زمانہ، گنجِ کرم پیر سیّد محمّد اسماعیل شاہ کرماں والے رحمۃ اللہ علیہ

نورانی رات کو جب اپنے والد گرامی کے پاس گئے تو معلوم ہی نہیں ہوتا تھا کہ مولانا بیمار ہیں۔ کچھ دیر وہ مہمانوں کی باتیں کرتے رہے صدر مملکت کے نام خط لکھا۔ یہ ان کی آخری تحریر تھی۔ مولانا نے صدر مملکت کا شکریہ ادا کرتے ہوئے یہی لکھا کہ خدا کرے کہ ملک میں نظام مصطفےٰ کے نفاذ کا سہرا آپ کے سر بندھے اور صدر مملکت کو بھرپور تاکید کی کہ وہ اہلسنت وجماعت کے حقوق کا ہر طرح خیال رکھیں۔ ۲۳ر اپریل ۱۹۵۴ء کا سورج طلوع ہوا پیر کا دن تھا۔ مولانا چونکہ بستر سے ہل نہیں سکتے تھے اس لیے اشاروں سے نماز ادا کرتے رہے۔ وہ جتنی دیر خاموش رہتے دل ہی دل میں اوراد وظائف میں مشغول رہتے۔ دوپہر کو کوکب نورانی ان کے پاس پہنچے تو وہ آرام کر رہے تھے۔ کوکب نورانی کہتے ہیں کہ میں کسی آہٹ کے بغیر کمرے میں جا کر بیٹھ گیا، کچھ دیر بعد ابا جان کی آنکھ خود بخود کھل گئی۔ میں نے سلام کیا۔ والد صاحب نے جواب دیا۔ کچھ لمحے میری طرف دیکھتے رہے پھر مجھے قریب بلایا۔ ایک ہاتھ کندھے پر رکھا کیونکہ دوسرے ہاتھ میں ڈرپ کی سوئی پیوست تھی۔ فرمایا بیٹا میں نے خواب دیکھا ہے خواب سنا کر فرمایا۔ اب رخصتی کا وقت قریب ہے۔ میں اپنی جگہ بیٹھا نہ رہ سکا اٹھ کھڑا ہوا اور والد صاحب کا ہاتھ تھام کر عرض کی ابا جان اللہ تعالےٰ آپ کو ہماری عمر بھی دے۔ ایسا نہ کہیے۔ ہمیں آپ کی بہت ضرورت ہے۔ ہم بے قدرے سہی مگر آپ کی محبت بہت رکھتے ہیں۔ آپ نے ہی ہماری ہر ضرورت

مجالسِ محرم ۱۹۵۷ء
کراچی

یا اللہ جل جلالہ

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

مصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر باو نرسیدی تمام بولہبی ست

انجمن اسلامیہ اہل سنت جماعت اوکاڑہ کے زیر اہتمام اجاری شدہ مدرسہ اسلامیہ اشرف المدارس کا

بتقریب سعید معراج النبی صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم

تیسرا سالانہ اجلاس عظیم الشان

مدرسہ عربیہ اسلامیہ اشرف المدارس اہل سنت جماعت کی خالص دینی درسگاہ ہے لہٰذا اپنے اموال کی زکوٰۃ صدقات و خیرات نکالتے وقت اس خالص اسلامی ادارہ کو بھی یاد رکھیے۔

انجمن ہٰذا کے زیر اہتمام برلا ہائی سکول کے سامنے جرنیلی سٹرک پر ایک شاندار مسجد زیر تعمیر ہے مخیر حضرات اپنی خصوصی توجہ فرمائیں

زیر سرپرستی

زبدۃ العارفین قدوۃ السالکین حضرت الحاج قبلہ ثانی صاحب دامت برکاتہم سجادہ نشین شرقپور شریف

بتاریخ ۸-۹-۱۰ رجب ۱۳۷۵ھ مطابق ۲۱-۲۲-۲۳ فروری ۱۹۵۶ء بروز منگل - بدھ جمعرات

بمقام کمیٹی پارک اوکاڑہ منعقد ہوگا جس میں پاکستان کے نامور علمائے کرام مشائخ عظام و نعت خوانان خوش الحان تشریف لاکر اپنے مواعظ حسنہ اور ارشادات عالیہ سے مسلمانوں کے قلوب کو مستفیض و مستنیر فرمائیں گے اس زریں موقع کو غنیمت سمجھتے ہوئے جلسہ میں شمولیت فرما کر ثواب دارین حاصل کریں اور اپنے دلوں کو عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے معمور فرمائیں ـــ ہر کہ عشق مصطفیٰ سامان اوست ـــ بحر و بر در گوشہ دامان اوست

مندرجہ ذیل حضرات کی تشریف آوری کی قوی امید ہے

- [illegible]
- [illegible]
- [illegible]

پروگرام جلسہ ۔ ہر سہ روز بعد از نماز عشاء شب کو اجلاس ہوا کریگا اور ۲۳ فروری کو جامع مسجد اے لائن میں گیارہ بجے دن تا دو بجے دن قبل از جمعہ ایک اجلاس منعقد ہوگا

نوٹ (۱) جلسہ ہٰذا میں لاؤڈ سپیکر اور مستورات کیلئے پردہ کا معقول انتظام ہوگا (۲) بغیر اجازت صدر جلسہ کوئی صاحب بولنے کے مجاز نہ ہونگے

الداعی الی الخیر

احقر عباد اللہ السمیع عبد النبی الرفیع حافظ محمد شفیع نقشبندی غفرلہٗ ناظم اعلیٰ انجمن اسلامیہ اہل سنت جماعت
اوکاڑہ منڈی

کو پورا کیا ہے بہر ناز و نعم سے جاری پرورش کی ہے اب ہمارا وقت آیا ہے ہمیں اپنی خدمت سے محروم نہ کیجئے۔ اب ہم آپ کو محنت نہیں کرنے دیں گے۔ ہمیں چھوڑ کر جانے کا خیال بھی نہ کیجئے۔ والد صاحب میری باتیں سن کر مسکرائے، دعائیں دیں پھر فرمایا میں چند وصیتیں کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے عرض کی ابا حضور آپ اچھے ہو جائیں گے۔ ایسی باتیں نہ کیجئے۔ فرمایا بہرحال تم سن لو اور یاد کر لو کہیں مجھے بھول نہ جائیں، ابھی سمجھ لو میں تمہارے ذمے چند کام لگا رہا ہوں اور پھر شام تک گفتگو کا سلسلہ جاری رہا۔ کون سی بات تھی۔ یا کون سا تعلق متقاضی کے متعلق انہوں نے مجھ سے نہ کہا ہو مئی کے پہلے ہفتے میں آزاد کشمیر دو دن معراج شریف کے اجتماعات کے لیے وعدہ کیا ہوا تھا۔ انہوں نے آمد و رفت کا کرایہ والد صاحب کو دے دیا تھا۔ اس لمحے بھی وہ نہ بھولے، سخت تاکید کی کہ وہ فوراً ادا کرنا بچوں کے متعلق، دیگر عزیزوں کے متعلق ہدایات دیں اسی دوران کسی ملاقاتی نے مجھے طلب کیا، سلسلۂ کلام منقطع ہو گیا۔ اس دوران علامہ عبد المصطفےٰ الازہری، مفتی ظفر علی نعمانی اور صوفی محمد حنیف اوکاڑوی ان سے ملے۔ صوفی محمد حنیف اوکاڑوی سے چونکہ گھریلو تعلقات ہیں اور یہ وہ ہیں جو مولانا کے ساتھ ۱۹۵۳ء میں تحریک ختم نبوت کے دوران جیل میں قید رہے تھے۔ انوار العلوم ملتان کے جلسے سے متعلق بارش بند ہونے کا واقعہ اور علامہ کاظمی صاحب کی ایک خصوصی مہربانی کا ذکر ان کی موجودگی میں کرتے ہوئے ایک ہدایت اور کی کہ اوکاڑہ فون کر کے بھائی لطیف (میرے چچا) کو کہوں کہ وہ حضرت صاحب کرماں والوں کے مزار پُر انوار پہ جا کر عرض کریں اور دعا کریں۔ اور حاجی فضل احمد مونگہ کو لاہور فون کروں کہ وہ شرقپور شریف شیر ربانی حضرت قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین میاں شیر محمد صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت ثانی صاحب قبلہ علیہ الرحمۃ کے مزار پر عرض کریں اور دعا کریں۔ اس کے بعد صرف سلام کے لیے عزیزی شوکت علی، حاجی عمر بچو بھائی اور ان کے فرزند بھی ان کے قریب آئے۔ ایک سید نوجوان آیا اس نے دور سے جھلک دکھائی تو مجھے کمانے

بیاد

حضرت مولانا حافظ محمد شفیع اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ

معصوم تبسم ہونٹوں پر، ہلکی سی خماری آنکھوں میں
اے حافظ صاحب! پھرتی ہے تصویر تمہاری آنکھوں میں

جس دن سے چھپایا ہے تم نے وہ عارضِ تاباں نظروں سے
اُس روز سے دنیا رہتی ہے تاریک ہماری آنکھوں میں

دن رات یہاں پر اشکوں کی برسات تو ہوتی ہے پھر بھی
اک خاک سی اڑتی رہتی ہے ان ہجر کی ماری آنکھوں میں

اے چاہتِ دل! اے راحتِ جاں تم دور ہو ہم مجبور یہاں
اے کاش بناتے خلد نشاں جنت کی کیاری آنکھوں میں

وہ چھپ گیا ماہِ عید کہاں دوبارہ میسر دید کہاں
اب حسرت ہے اُمید کہاں حافظ بے چاری آنکھوں میں

از: حافظ بصیرپوری، گورنمنٹ کالج دیپال پور

لگے۔ اسے اندر بلاؤ یہ میرا بہت دیوانہ ہے۔ اسے مایوس نہ کرنا۔ میں ان سے کیا کہتا، ابا جان، کون ہے جو آپ کا دیوانہ نہیں، آپ اس برگزیدہ رسول کے دیوانے ہیں جس کا خدا بھی دیوانہ ہے۔ اور یہ سارے آپ کے دیوانے ہیں۔ عزیزی کا سید جنید کچھ لے والد صاحب کے پاس بیٹھے، والد صاحب نے انہیں دعا کے لیے کہا، اس نوجوان نے وہیں دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے۔ والد صاحب نے بھی ہاتھ اٹھائے میں بھی شامل دعا ہو گیا۔ میں نے نماز ادا کی تو سمت قبلہ کا تعین غلط کر گیا۔ صحیح سمت بتا کر مجھے دوبارہ نماز پڑھنے کے لیے فرمایا۔ اتنے میں مولانا غلام حیدر رنگ آگئے، یہ والد صاحب کے سیکرٹری ہیں۔ ۱۹۶۲ء میں جب قاتلانہ حملہ ہوا جب سے ساتھ ہیں۔ ان کی موجودگی میں نشتر پارک کے جلسے کی بات ہوئی جو کراچی میں ان کا آخری جلسہ تھا۔ وزیر صنعت غلام دستگیر خاں نے مولانا کی تقریر پر توصیفی کلمات کہے تھے۔ وہ سنائے۔ مختلف باتیں ہوتی رہیں۔ مجھ سے تیل منگوایا تھا بالوں میں لگانے کے لیے مجھے کچھ دیر کے لیے گھر آنا تھا۔ غلام حیدر صاحب سے کہہ آیا کہ تیل آپ لگا دیجئے گا۔ مجھے کیا خبر تھی کہ وہ تیاری کر رہے ہیں ورنہ میں گھر آنا موخر کر دیتا اور خود تیل لگاتا۔ ایک گھنٹے کے لیے میں گھر آیا اور پھر ان کے پاس پہنچ گیا۔ کیمرہ ساتھ لے گیا تھا۔ میں نے ان کی تین تصویریں بنائیں۔ یہ ان کی آخری تصویریں ثابت ہوئیں۔ ان کے چہرے پر نور تھا اور یہ وہاں موجود ڈاکٹروں کے لیے تھا۔ ۲۱ اپریل کی صبح سے ان کے بازو اور ہاتھ کی نسوں میں انجکشن اور ڈرپ کی سوئیاں پیوست تھیں روزانہ ان کی جگہ بھی بدلی جاتی رہی۔ اس شب ایک نوآموز ڈاکٹر کوئی ایک گھنٹے تک انہیں پریشان کرتا رہا۔ ان کے چہرے سے ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ تکلیف میں ہیں اور ڈاکٹر کو اس کا احساس نہیں تھا۔ والد صاحب نے کمال ضبط سے یہ کہا کہ میرے عزیز مجھے تختۂ مشق نہ بنائیں، مریض کے آرام کو مقدم سمجھنا چاہیئے آپ نے میرا بازو اور ہاتھ چھلنی کر دیا ہے دو دن ڈرپ لگی رہی ہے۔ مجھے کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔ آج آپ نہ جانے کیا کچھ کر رہے ہیں۔ میں نے اس ڈاکٹر سے کہا آپ ڈرپ کی جگہ نہ بدلیں اور بہتر ہے کہ والد صاحب کو مزید کوئی تکلیف نہ پہنچے۔ میری والدہ محترمہ اس حالت میں والد صاحب قبلہ سے کوئی بات بھی نہ کر سکیں۔ رات کے ساڑھے گیارہ بج چکے تھے۔ میں والدہ کے ہمراہ گھر آ گیا چھوٹے بھائی حامد ربانی کو والد صاحب کے پاس چھوڑ آیا۔ میرے دل کو قرار نہیں تھا جانے ہاتھوں پیروں میں سے جان نکلی جا رہی تھی مجھے کسی پہلو آرام نہیں تھا۔ رات کا تیسرا پہر شروع ہوا تو بھائی کا فون آ گیا کہ والد صاحب کی طبیعت اچھی نہیں فوراً آ جائیں۔ میں بمشکل پانچ منٹ میں پہنچا تو ڈاکٹر سید اسلم

کراچی کے ایک
جلسہ میلاد النبیؐ
میں مولانا کے
والدِ مرحوم تشریف فرما ہیں
(۱۹۶۸ء)

وہاں موجود تھے۔ میرا ماتھا ٹھنکا، دل میں درود شریف کا ورد جاری ہوگیا۔ والد صاحب کے کمرے میں پہنچا انہوں نے آنکھ اٹھا کر مجھے دیکھا میں نے سلام کیا۔ سر کے اشارے سے جواب دیا۔ فرمایا میرے پیر سوگئے ہیں انہیں دباؤ میں پیر دبا رہا تھا۔ ڈاکٹر نے بتایا خون کا دباؤ بہت کم ہوگیا ہے۔ بلکہ ختم ہوتا جا رہا ہے اس لیے جسم سوتا محسوس ہو رہا ہے۔ والد صاحب نے پھر فرمایا گردن اور پشت دباؤ، میں دبا رہا تھا ڈاکٹروں نے کارڈیوگرام لینا چاہا۔ مگر مولانا بہت ہل رہے تھے۔ ڈاکٹر کامیاب نہ ہوسکے۔ میں نے فوراً ڈاکٹر محمد شریف کو بلانے کے لیے کہا ۴ بجکر ۲۵ منٹ ہوچکے تھے۔ آکسیجن پوری اسپیڈ سے دی جارہی تھی۔ ڈاکٹر محمد شریف آگئے۔ ایک نظر والد کو دیکھا، پھر میری طرف دیکھا، باہر لے گئے میں نے پوچھا ڈاکٹر صاحب کیا یہ سنبھل نہیں پائیں گے۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا، نہیں ان پر نہایت شدید دورہ پڑا

خطیب پاکستان
کی قیادت میں
عید میلاد النبیؐ
کے مرکزی
جلوس کا ایک منظر

ہے اور اب ہم کچھ نہیں کر سکتے۔ میں نے کہا ڈاکٹر صاحب میری زندگی حاضر ہے کوئی حیلہ کوئی آخری کوشش لیکن ڈاکٹر صاحب نے یہی کہا کہ کسی کو فوری بلانا ہو تو بلا لو۔ والدہ کو ٹیلی فون کیا اور خود والد صاحب کے پاس گیا۔ ان کا وہ ہاتھ جس میں ڈرپ لگی ہوئی تھی، وہ ہاتھ میرے ہاتھوں میں تھا۔ مجھے فرمانے لگے۔ مجھے بہت تکلیف ہو رہی ہے پھر فرمایا پانی، میں نے گلاس فوراً منہ سے لگایا بمشکل انہوں نے ایک گھونٹ پیا' یہ ان کی آخری خوراک تھی۔ میں نے عرض کی ابا جان، حضرت صاحب کو پکاریں۔ حضرت ثانی صاحب کو حضرت صاحب کرماں والوں کو میری طرف دیکھ کر سامنے اشارا کیا۔ یہ کہ وہ تو میرے سامنے ہیں۔ میں نے درود شریف کے ورد کے ساتھ بارگاہ مصطفوی میں استغاثہ کیا۔ یا رسول اللہ! انہیں ہم سے جدا نہ کیجیے اور اگر ان کا وقت پورا ہو گیا ہے تو تشریف لایئے۔ اور یہ مرحلہ آسان فرمایئے' آپ ہی کا فرمان ہے کہ جس نے مجھے خواب میں دیکھا وہ مجھے حالت بیداری میں ضرور دیکھے گا۔ اور آپ انہیں دو مرتبہ خواب میں زیارت کروا چکے ہیں۔ آپ کا فرمان حق ہے تشریف لایئے۔ خدا گواہ ہے حاشا و کلا کہ والد صاحب تین بار احتراماً جھکے اور فرمایا بڑی مہربانی۔ بڑی مہربانی میرا چھوٹا بھائی اور موجود عملہ گواہ ہے کہ وہ کچھ بولتے رہے جسے ہم ساتھی نہیں سن سکے۔ بمشکل کچھ الفاظ سنائی دیے۔ یقیناً سرکار دو عالم تشریف لائے تھے اور والد صاحب انہی کے احترام میں جھکے تھے، اور انہی سے ہم کلام تھے۔ یہاں تک کہ سکراتِ موت شروع ہو گئی اس کے باوجود کہ ہاتھوں میں ڈرپ کی سوئیاں پیوست تھیں پوری بلندی تک نہایت سکون سے ہاتھ اٹھائے۔ میں نے عرض کی کہ غوث پاک کو پکاریں۔ اثبات میں سر ہلایا اور اُن کو پکارا۔ اسی دوران ہائے نکل گئی۔ عرض کی ابا جان ہائے نہ کہیں درود شریف پڑھیں اس وقت کوئی چار احباب میرے علاوہ کمرے میں موجود تھے۔ مولانا نے تمام تکلیف بھول کر درود شریف پڑھا اللھم صل علی سیدنا و مولانا محمد معدن الجود والکرم و آلہ و صحبہ و بارک وسلم۔ یہ ان کی آخری آواز تھی۔ جو ہمارے کانوں میں پڑی۔ تمام ڈاکٹر اور عملہ جمع ہو چکا تھا اتنے میں والدہ آ گئیں انہیں کمرے کے شیشے سے ایک جھلک دکھائی کہ وہ پردہ نشین خاتون کہیں ضبط نہ کھو بیٹھیں۔ مولانا کو خبر دی گئی کہ اذان ہو رہی ہے انہوں نے ہاتھ اٹھائے اتنے میں ڈاکٹروں نے انہیں لٹا دیا اور منہ میں سانس لینے کے لیے ربڑ کا پمپ لگا دیا اور پھر چند ساعتوں کے بعد سانس کی ڈور ٹوٹ گئی قلب جاری تھا۔ پانچ بجکر پانچ منٹ اور پھر پانچ بجکر ۱۵ منٹ پر پروانۂ شمع رسالت نے اپنی جان اللہ کے حضور پیش کر دی۔ میں نے قدم چومے اور عرض کی ابا جان آپ کو رسول اللہ لے گئے۔ فی امان اللہ ابا جان۔ فی امان اللہ و رسولہ ابا جان حامد ربانی ہچکیاں بھرنے لگا۔ اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر صبر و ہمت کے لیے کہا، اسے فوراً گھر بھجوا دیا۔ ڈاکٹروں نے موت کا پروانہ لکھ کر مجھے دیدیا میں اس لمحے تنہا تھا۔ مجھ پر اب کڑی دھوپ تھی۔ کوئی سایہ نہیں تھا صرف خدا اور رسول کی عنایت کے سوا کوئی آسرا نہیں تھا۔
ڈاکٹر محمد شریف نے پوچھا، لوکب کیا پروگرام ہے؟ ہمارا مشورہ ہے کہ جسم سرد خانے میں رکھوا دو کیوں کہ ان کے ناک سے خون بہہ رہا ہے جسم کو گرمی پہنچے گی تو خون زیادہ بہے گا، اور جسم کو تکلیف ہو گی۔ جب تدفین کرنی ہو گی چار گھنٹے پہلے آنا اور یہیں غسل دے کر لے جانا۔ میں نے اس وقت انہیں کوئی جواب نہیں دیا۔ صرف یہی کہا کہ فی الحال انہیں سرد خانے میں رکھ لیں میں گھر جا کر پروگرام طے کرتا ہوں۔ والد صاحب کے پاس آیا عملہ انہیں سرد خانے میں لے جانے کے لیے تیار کر رہا تھا ان کی جیب سے کاغذات نکالے ایک خصوصی تعویز جس کا ذکر شام مجھ سے کیا تھا۔ اور اجازت دی تھی۔ ٹیلی فون انڈکس، ایک دو احباب کے پتے اور مبلغ سات روپے، ایک پانچ کا نوٹ اور ایک ایک روپے کے دو نوٹ تھے۔ ہاتھ میں گھڑی، انگشت میں انگشتری جس کے لیے فرماتے تھے بعد از وفات ہی اترے گی۔ اس میں دو تعویز تھے۔ گریبان پر بٹن تھے۔ جن میں عقیق جڑے ہوئے تھے یہ حضرت محبوب رحمانی خواجہ پیر محمد فاروق رحمانی علیہ الرحمۃ کا ہدیہ تھے عملے نے یہ سب کچھ مجھے دے دیا۔ والد صاحب کے سرہانے صدر مملکت، وزارت صحت اور گورنر سندھ اور ایئر مارشل ایم کے ارشد

آغازِ خطابت ۱۹۴۹ء اوکاڑہ

کے بھیجے ہوئے گل دستے رکھے تھے۔ رات میں نے کہا تھا کہ ابا جان پھول سوکھ چکے ہیں میں انہیں لے جاتا ہوں۔ فرمایا آج کی رات اور رہنے دو صبح لے جانا۔ صبح ہو گئی تھی۔ اب سب کچھ لے جانا تھا۔ تیل کی شیشی، ان کا چشمہ اور کنگھی شیشہ، ٹوپی سب کچھ لے آیا۔ گھر پہنچا تو والدہ نے تنہا آتے ہوئے دیکھا تو ان سے رہا نہ گیا۔ میں صرف اتنا کہہ سکا امی حضور، آپ کے دولہا رخصت ہو گئے۔ ہم یتیم ہو گئے امی جان، ہم یتیم ہو گئے۔ وہ مجھ سے لپٹ کے بہت روئیں۔ میں نے عرض کی امی جان! مجھے دعا دیں کہ ہمت سے لحد میں اتارنے تک سب مراحل بخوبی انجام دے سکوں ورنہ مجھ سے تو کچھ نہیں ہو سکے گا۔ ٹیلی فون پر آیا سب سے پہلے صدر مملکت کو فون کیا وہ شاید محو خواب تھے یا فون نہیں سن سکتے تھے۔ ملٹری سیکرٹری کو تفصیل بتا دی۔ ڈائریکٹر جنرل نیوز سے رابطہ قائم کیا تا کہ ریڈیو سے خبروں میں نشر ہو جائے۔ قریبی عزیزوں کو فون کیے حضرت کرماں والوں کو اطلاع دی۔ اوکاڑہ اپنی دادی جان کو اطلاع دی کہ اپنے بیٹے کو رخصت کرنے پہنچ جائیں۔ ملتان علامہ کاظمی صاحب کو فون کیا وہ پہلے بھانجے داماد کے سانحۂ ارتحال کا صدمہ دل پہ لیے ہوئے تھے۔ سخت بیمار تھے مگر عرض کی کہ حضرت تشریف لائیں، آپ امام اہلسنت ہیں۔ ان کے

استاذ ہیں میرے بھی استاذ ہیں ہمارے بزرگ ہیں۔ حضرت مولانا غلام علی اوکاڑوی صاحب کو اطلاع کروائی وہ ہمارے نہایت شفیق بزرگ بھی ہیں اور والد صاحب اور میرے استاذ بھی، ہمارا تمام گھرانہ ان تینوں بزرگوں کا بے حد احترام کرتا ہے اور ان کی سلامتی و عافیت کے لیے دست بدعا رہتا ہے۔ سات بجے کی خبروں میں وصال کی خبر نشر ہوگئی اور پھر جنگل کی آگ کی طرح ملک بھر میں پھیل گئی، راقم عرض کرتا ہے کہ میں نے دیکھا کہ لوگ آہ و بکا کرتے دھاڑیں مار کر روتے ہوئے مولانا کے گھر جمع ہونے لگے۔ ٹیلی فون مسلسل بجتے رہے کوکب نورانی کو اللہ سلامت رکھے نہایت ضبط سے تمام لوگوں سے مل رہے تھے، خود مغموم تھے مگر دوسروں کو حوصلہ دے رہے تھے فون پر مولانا غلام حمید سدرنگ کو بٹھا دیا مگر ہر شخص کوکب نورانی سے بات کرنا چاہتا تھا، ہر کسی کو گریا۔ اس خبر کی صداقت میں شبہ تھا لوگ جنازہ و تدفین کا پروگرام پوچھ رہے تھے۔ زنان خانے میں الگ کہرام مچا ہوا تھا۔ ابھی خبر نشر ہوئے ایک گھنٹہ نہیں گزرا تھا کہ پورا گھر لوگوں سے بھر گیا۔ طلبہ اور کچھ لوگ قرآن خوانی اور اذکار میں مشغول ہوگئے باقی تعزیت کرنے مولانا کے فرزندوں سے مل رہے تھے۔ مولانا کے منجھلے فرزند محمد سجانی اس سانحہ کے بعد تیز گام سے کراچی پہنچے وہ اپنے ایک عزیز کی شادی میں شرکت کے لیے راولپنڈی گئے ہوئے تھے ان کی اپنے والد سے آخری ملاقات راولپنڈی میں ہی ہوئی۔ حاجی علاء الدین صاحب نے فوراً ٹینٹ وغیرہ نصب کروائے ٹھنڈے پانی کا انتظام کیا گیا۔ گلزار حبیب ٹرسٹ کے اراکین کوکب نورانی سے ملنے آئے تو کوکب نورانی نے کہا کہ آپ میرے پاس نہ ٹھہریں بلکہ مسجد لوٹ جائیں مولانا کی وصیت و خواہش کے مطابق اسی جگہ تدفین ہوگی جو وہ نہ صرف مقرر کر گئے ہیں بلکہ بنوا گئے ہیں۔ فوراً سنگ مرمر کے عمدہ تختے حاصل کریں اور ہر تختے پر قرآن شریف پڑھیں۔ اتنے میں مستری عبدالغفور صاحب اور حاجی محمد شفیع آگئے یہ ماہر تعمیرات ہیں اور مولانا کے دیرینہ معتقد۔ مستری عبدالغفور سے کوکب نورانی نے کہا کہ یہ رہائش گاہ جہاں والد صاحب رہتے تھے آپ نے ہی بنائی تھی۔ ان کی آخری آرام گاہ بھی آپ بنائیں، باوضو رہیں اور ساتھیوں کو باوضو رکھیں وہ ادھر روانہ ہوگئے۔ مولانا کے دیرینہ خادم اور عزیز محمد عالم کراچی موجود نہیں تھے۔ ہر کوئی انہیں پوچھ رہا تھا کراچی میں شاید وہ کسی دن مولانا سے دور ہوتے مگر آج اپنے اہل خانہ سے ملنے سیالکوٹ گئے ہوئے تھے کوکب نورانی بھی ان کی کمی محسوس کر رہے تھے۔ کوئی رابطہ نہیں تھا کہ انہیں اطلاع کی جاتی۔ سب کا یہی خیال تھا کہ بہرحال عالم صاحب نماز جنازہ تک لازمی پہنچ جائیں گے۔ صدر مملکت کے ملٹری سیکریٹری کا فون آیا انہوں نے تمام پروگرام پوچھا، گورنر سندھ اندرون سندھ دورے پر تھے انہوں نے وہاں سے پروگرام معلوم کیا۔ ایس ڈی ایم آئے۔ ڈپٹی کمشنر آئے، کمشنر صاحب آئے۔ وہ پوچھ رہے تھے کہ آپ کا یہ اٹل فیصلہ ہے کہ تدفین وہیں ہوگی کوکب نورانی نے ان سے کہا میرے والد اپنی جگہ خود بنا گئے ہیں اس لیے تبدیلی کی گنجائش ہی نہیں۔ وہ دیکھنے گئے اور بالآخر مولانا محمد حسن حقانی، سید منظور شاہ ہمدانی، مولانا قاری عبداللطیف امجد، مولانا غلام رسول چشتی اور دیگر علمائے کرام کے ساتھ کوکب نورانی کی باہمی مشاورت سے طے پایا کہ ۲۲ رجب المرجب ۵ اپریل صبح سرد خانے سے جسد اقدس کو غسل دے کر گھر لایا جائے گا۔ اور پھر یہاں سے ٹھیک ۹ بجے نشتر پارک پہنچا دیا جائے گا جہاں نماز جنازہ ہوگی اور نماز کے بعد بہادر یار جنگ روڈ سے گزرتے ہوئے جامع مسجد گلزار حبیب سولجر بازار لے جایا جائے گا جہاں مقررہ مقام پر جو قبر اطہر تیار ہے وہیں تدفین ہوگی۔ نماز جنازہ کے لیے کوکب نورانی نے دو ناموں کا اعلان کیا پہلا نام صاحبزادہ پیر سید محمد علا شاہ بخاری سجادہ نشین آستانہ عالیہ نقشبندیہ حضرت کرماں والا کا تھا انہوں نے ہی ۲۲ رجب ۱۳۹۲ھ کو مولانا کے والد گرامی حاجی شیخ کرم الٰہی صاحب مرحوم کی نماز جنازہ اوکاڑہ میں پڑھائی تھی۔ دوسرا نام امام اہلسنت حضرت سید احمد سعید کاظمی کا تھا۔ طے پایا کہ رات ۹ بجے

تمہارے دم سے تھا ہمارے سر میں بھی سودائے علم

امامِ اہلِ سنّت علامہ
سیّد احمد سعید کاظمی

شیخ القرآن مولانا
غلام علی اوکاڑوی

مولانا کے اساتذہ

گھر میں میٹنگ ہوگی اور حضرت مولانا محمد حسن حقانی کی قیادت میں ایک کمیٹی ترتیب دی جائے گی جو انتظامات کی نگران ہوگی اور تمام امور طے کرے گی۔ چنانچہ میٹنگ ہوئی اور تمام انتظامات طے پا گئے۔

اسی دوپہر مولانا کی بڑی صاحب زادی اور داماد الحاج شیخ محمد اعظم نقشبندی ہم زلف صوفی محمد عالم، بھانجے شیخ محمد قاسم راولپنڈی سے پہلی پرواز کے ذریعے کراچی پہنچ گئے۔ شام کی پرواز سے مولانا کے دوسرے داماد شیخ محمد افضل اور بیٹی فیصل آباد سے کراچی آگئے۔ مولانا کے تیسرے داماد شیخ جاوید اقبال کراچی میں ہی مقیم ہیں وہ صبح ہی سے موجود تھے۔ ان کی چھوٹی سی بیٹی نے گذشتہ جمعہ کے روز مولانا کی داڑھی مبارک میں کنگھی کی تھی اور اب سب اُسے مولانا کی فوٹو دکھاتے تو وہ مسکراتی ہوئی کہتی نانا جی۔ مولانا

کی والدہ اور بھائی صوفی محمد لطیف، محمد حنیف اوکاڑہ سے خیبر میل پر سوار ہو گئے۔ مدینہ منورہ سے مولانا کے سب سے چھوٹے بھائی الحاج محمد اکرم بھی اسی وقت پاکستان کے لیے روانہ ہو گئے۔ مولانا کے استادِ محترم حضرت مولانا غلام علی صاحب اشرفی قادری اوکاڑوی رات نو بجے کی پرواز سے کراچی کے لیے روانہ ہو گئے۔ چشتیاں سے مولانا کے برادر نسبتی جناب خیر محمد شیخ اور متعدد اعزا بھی روانہ ہو گئے۔ لاہور سے مولانا کے ہم زلف شیخ محمد اشرف اپنی اہلیہ سمیت بذریعہ پرواز کراچی پہنچے۔ مولانا کے تینوں بہنوئی بھی روانہ ہو گئے۔ حضرت علامہ کاظمی صاحب کا فون آگیا کہ ہم بھی پہنچ رہے ہیں۔ علامہ سید حسین الدین شاہ راولپنڈی سے اسی شب کراچی آگئے۔ کوئٹہ، پشاور، راولپنڈی، لاہور، گجرات، گوجرانوالہ سے بھی علماء و مشائخ اور مداح آگئے۔ حضرت سید پیر محمد علی شاہ اپنے فرزند صاحبزادہ پیر سید غضنفر علی شاہ بخاری ایم اے کے ہمراہ اسی شام کراچی پہنچ گئے۔ مقامی لوگوں کا تانتا بندھا ہوا تھا۔ شیعہ علماء بھی روتے ہوئے آئے وہ پکار رہے تھے صرف سنی یتیم نہیں ہوئے ہم بھی یتیم ہو گئے ہیں۔ ایسا محب اہل بیت اب اور کون ہوگا۔ جو ناموس اہل بیت کا بھی محافظ ہوگا۔ مشائخ، علماء، دانشور، وکلاء، تاجر، سیاسی رہنما، طلبا اور بہت بڑی تعداد میں مداحوں کا ہجوم رہا۔ مدارس اہلسنت میں تعطیل کر دی گئی۔ بہت سے مداحوں نے اپنے کاروبار بند رکھے۔ ہر شخص کی ایک ہی آواز تھی کہ مولانا کی وفات سے اہلسنت یتیم ہو گئے۔ کراچی سونی ہو گئی۔ کراچی کا سہاگ اجڑ گیا۔ کراچی سنسان ہو گئی۔ کوئی کہہ رہا تھا وہ عظیم مجاہد تھے، کوئی پکار رہا تھا وہ بے کسوں اور حاجت مندوں کی دادرسی کیا کرتے، کسی کا کہنا تھا کہ خطابت کا شہنشاہ چلا گیا۔ ہر کوئی اپنی عقیدت کا اظہار کر رہا تھا۔ ہر کوئی ان سے اپنے تعلق اور ان احسانوں کا ذکر کر رہا تھا جو مولانا نے اس پر کئے تھے مگر کبھی جتائے نہیں تھے۔ مریدین کو کوئی چپ کرانے والا نہیں تھا۔ بوڑھے جوان سب رو رہے تھے اور سب کی ہچکیاں بندھی ہوئی تھیں۔ ایک کوکب نورانی تھے جو کمال حوصلہ مندی اور تحمل کا مظاہرہ کر رہے تھے۔ "مشرق ایوننگ اسپیشل" نے اسی وقت شہ سرخی کے ساتھ یہ خبر شائع کر دی کہ خطیب پاکستان مولانا محمد شفیع اوکاڑوی وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اس شہ سرخی کی کتابت خالد صدیقی نے کی جو مشہور خطاط محمود اللہ صدیقی کے فرزند ہیں۔ جنہوں نے کلیات اقبال کی خطاطی کی ہے۔ مولانا کے حالیہ سفر پنجاب سے پہلے خالد صدیقی مولانا سے ملنے آئے تھے اور مولانا نے اپنی کتاب انہیں لکھنے کے لیے دے دی تھی۔ ۱۷ اکتوبر ۱۹۷۲ کو روزنامہ ڈیلی نیوز کا پہلا شمارہ شائع ہوا تھا اس کی شہ سرخی مولانا پر قاتلانہ حملے سے متعلق تھی۔ محمد جامی صاحب کا فون آیا۔ کوکب نورانی نے کہا آج پھر سرخی لگا دیجیے کہ جسے چاقو مارے گئے جسے طرح طرح کی تکلیفیں دی گئیں صرف اس لیے کہ پیارے نبی کے ترانے گاتا تھا، چل بسا۔ مگر ڈیلی نیوز نے دو کالمی خبر شائع کی۔ اخبارات کے فوٹوگرافر اور نمائندے بھی آئے ہر کوئی سوانح اور حالات و تفصیلات دریافت کر رہا تھا۔ رات گئے شہزادۂ اعلیٰ حضرت بریلوی مفتی اختر رضا مولانا کے گھر گئے اور دعائے مغفرت کی۔ سابق ایس ڈی ایم میجر جنرل محمد عامر انصاری کے ہمراہ کوکب نورانی مولانا کی قبر دیکھنے گئے۔ ڈاکٹر مظاہر اشرف حلقۂ اشرفیہ بھی تعزیت کو آئے۔ رات بھر آنے والوں کی تعداد میں کمی نہیں ہوئی۔

رات ایک بجے کے بعد کوکب نورانی نے اپنے والد مرحوم کے جمع کئے ہوئے تبرکات کی گٹھڑی کھولی اس میں نہایت متبرک اشیاء تھیں۔ غلاف کعبہ ایک بڑا ٹکڑا نکالا۔ حضرت سیدنا غوث الاعظم کے مرقد انور کے غلاف کا ٹکڑا نکالا گنبد خضرا کے رنگ کا اکھڑا ہوا ٹکڑا نکالا، حجرۂ رسول کی خاک نکالی، مولانا کے مرشد گرامی حضرت ثانی قبلہ صاحب شرقپوری کا ایک خط جو تحریک ختم نبوت کی اسیری کے دوران مولانا کو ان کے مرشد گرامی نے لکھا تھا وہ نکالا۔ غسل کا سامان منگوایا جا چکا تھا۔

۲۵ اپریل کا سورج طلوع ہوا، مولانا کی ضعیف والدہ جن کی عمر اسی برس کے قریب ہے، اوکاڑہ سے ایک پورے قافلے کے ساتھ کراچی پہنچیں۔ ان کے آنے پر اس گھرانے پر قیامت صغریٰ قائم ہو گئی۔ سب زار و قطار رو رہے تھے

زندگانی تھی تری مہتاب سے تابندہ تر

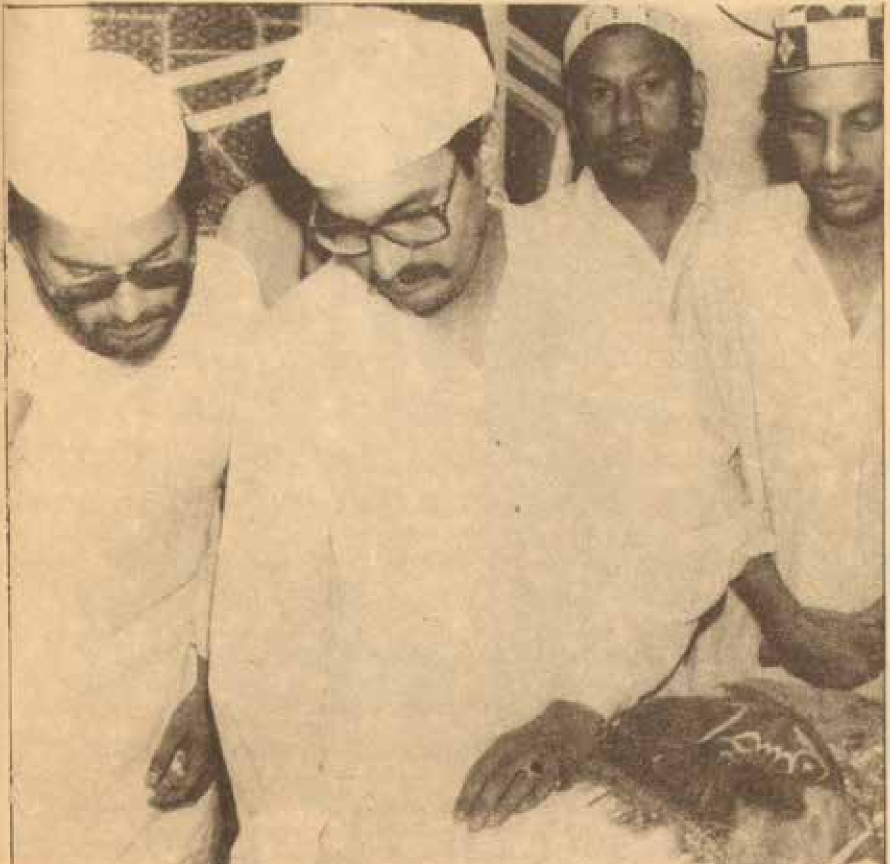

خطیب پاکستان کے فرزندان اپنے والدِ گرامی کا آخری دیدار کر رہے ہیں

عورتوں سے زیادہ مردوں کی حالت دیدنی تھی تھوڑی دیر بعد مدینہ سے مولانا کے چھوٹے بھائی الحاج محمد اکرام بھی پہنچ گئے انہوں نے رات ½ ۱ بجے فون پر مولانا کی خیریت دریافت کی تھی آج کے ملک بھر کے اخبارات نے مولانا کے انتقال پر ملال کی خبر جلی سرخیوں کے ساتھ شائع کی تھی۔ اخبار مشرق اور نوائے وقت نے اپنی عقیدت و محبت کا اظہار زیادہ نمایاں طور پر کیا۔ ریڈیو ٹیلی ویژن پر تمام پروگرام نشر ہو چکا تھا آج کے اخبارات میں درج ہونے کے باوجود لوگ مولانا کے گھر آتے رہے۔ اخبارات میں صدر مملکت اور اعلیٰ حکام کے تعزیتی بیان بھی شائع ہوئے تھے۔ وزیر اطلاعات مرل ایم آئی ارشد مولانا کے گھر پہنچے اور کوکب نورانی سے تعزیت کی۔

صبح دس بجے مولانا کے سیکریٹری مولانا غلام حیدر رنگ، اپنی والدہ کا زمزم سے دُھلا ہوا کفن لے آئے۔ کوکب نورانی ½ ۱۰ بجے صاحبزادہ پیر سید غضنفر علی شاہ بخاری کرماں والے، استاذ العلماء مولانا غلام علی اوکاڑوی، مولانا کے برادران صوفی محمد لطیف اور الحاج محمد اکرام، مولانا کے جیل کے ساتھی کے صوفی محمد حنیف اوکاڑوی، اپنے بہنوئی شیخ محمد اعظم، اپنے خالو اور ماموں شیخ محمد اشرف، اور پیر بخش اوکاڑوی کے ہمراہ ہسپتال کے سرد خانے میں گئے مولانا کے مرشد گرامی کے فرزند اور شیخ طریقت الحاج صاحبزادہ میاں جمیل احمد شرقپوری ہسپتال پہنچے اور غسل سے قبل مولانا کا دیدار کیا۔ ڈاکٹر محمد شریف اس لمحے وہاں موجود تھے انہوں نے کوکب نورانی سے کہا چونکہ موسم گرم ہے حالانکہ آج خوشگوار ہوا چل رہی ہے جبکہ ۲ دن تک لو چلتی رہی، تاہم آپ یہاں سے لے جانے کے بعد جسم کو زیادہ تکلیف نہ دیں زیادہ سے زیادہ چار گھنٹے تک تدفین عمل میں آ جائے ناک سے کیونکہ خون مسلسل بہہ رہا ہے ۱۱ بجے غسل کا سلسلہ شروع ہوا۔ حاجی علاء الدین بھی پہنچ گئے تھے۔ مسنون طریق پر استاذ العلماء مولانا غلام علی صاحب اوکاڑوی کی ہدایات کے مطابق غسل دیا گیا۔ ابتداء میں تبرکاً پہلا لوٹا سید النجیب الشریف صاحبزادہ پیر سید غضنفر علی شاہ بخاری نے ڈالا، مولانا کو وضو کروایا گیا اور پھر غسل دیا گیا۔ غسل کے بعد تبرکات کفن میں شامل کر دیئے گئے خوشبو لگائی گئی کوکب نورانی نے اپنے والد کے بالوں اور داڑھی میں کنگھی کی اور پیشانی پر بوسہ دیا۔ استاذ العلماء جب چہرے پر کافور ملنے کے لیے مولانا کے چہرے کے قریب آئے تو مولانا نے آنکھ کھول دی جسے دیکھ کر استاذ العلماء آبدیدہ ہو گئے انہوں نے بتایا کہ ان کے استاد مکرم اور مرشد گرامی اور استاذ الاساتذہ علامہ کے ابوالبرکات سید احمد صاحب نے آنکھ کھول دی تھی۔ یہ اپنے استاد کا احترام تھا۔ غسل کے بعد جسم کو گھر لانے کا پروگرام تھا۔ ٹریفک کے سپاہی متعین تھے۔ کوکب نورانی نے اپنے عزیز شیخ محمد نعیم کو گھر بھجوا دیا کہ وہ گہوارہ کسی مناسب جگہ رکھ دیں اور برف منگوا لیں اور وہاں موجود لوگوں کو زنان خانے میں نہ آنے دیں تاکہ پردہ نشین خواتین آرام سے آخری دیدار کر سکیں۔ لوگوں کو ہسپتال پہنچنے سے منع کیا گیا تھا مگر سینکڑوں لوگ پہنچ چکے تھے نصف گھنٹے تک ہسپتال میں آخری دیدار کروایا گیا۔ ایمبولینس میں جسم مبارک گھر لایا گیا۔ ہزاروں افراد وہاں موجود تھے گہوارے میں جسم لا کر رکھا گیا تو کہرام مچ گیا اہل خانہ خواتین روتے روتے بے ہوش ہو گئیں۔ امام اہلسنت علامہ کاظمی صاحب تشریف لا چکے تھے کوکب نورانی ان کے قدموں میں گر گئے۔ علامہ کاظمی صاحب نے روتے ہوئے کوکب کو سینے سے لگایا اور گلے لگا کر خود بہت روئے۔

ایک گھنٹے تک عام دیدار کروایا گیا جناب عبداللہ داد ابجانی، الحاج کرم بخش، حسین ہارون، سید سعید حسن، شیخ نیک محمد ظفر الحق ملک، محمد حنیف بلو بھی آخری دیدار کے لیے آئے۔ کوکب نورانی کہتے ہیں میری والدہ چہرے کو دیکھ کر یہی کہتی تھیں انہیں مت لے جاؤ۔ یہ زندہ ہیں۔ مولانا کی والدہ کی پکار تھی کہ مجھے اس گہوارے میں ڈال دو، یہ کفن مجھے پہنا دو۔ میرے بیٹے کو اٹھاؤ، ایک بار

ھم

حلقہ بگوشانِ خطیبِ پاکستان حضرت مولانا محمد شفیع اوکاڑوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ متعلقہ حکام سے درخواست گزار ہیں کہ سوہجر بازار کا نام بدل کر مولانا اوکاڑوی ٹاؤن یا گلستانِ اوکاڑوی رکھ دیا جائے اس علاقے کے لوگوں کو مولانا مرحوم سے ایک خاص نسبت و عقیدت رہی ہے، یہاں وہ ایک عرصے سے صحتِ نفس اور تطہیرِ قلب کا درس دیتے رہے۔ آخری وقت تک ان کی تلقین و ہدایت کا فیض جاری تھا۔ مولانا کی خواہش کے مطابق ان کی آخری آرام گاہ بھی یہیں ہے۔ ہم مولانا کی وسیع ترین علمی و دینی اور ملی خدمات پر کچھ اس طرح بھی اپنی سپاس پیش کر سکتے ہیں۔

من جانب:

اہلِ محلہ سوہجر بازار، جماعتِ اہلسنّت پاکستان، گلزارِ حبیب ٹرسٹ

انجمن محبانِ صحابہؓ و اہلبیتؓ پاکستان، مولانا اوکاڑوی اکادمی

تو بچے گلے مل لے، مجھے ماں کہہ کے پکارے، میں اس کے صدقے جاؤں۔ بیٹیاں بار بار اپنے باپ کو چوم رہی تھی ۔ بالآخر اسی ایمبولینس میں دوبارہ جسم مبارک رکھا گیا اور موٹر سائیکلوں، اسکوٹروں اور کاروں بسوں کے جلوس کی شکل میں جنازہ نشتر پارک لے جایا گیا باوجود سخت گرمی کے نشتر پارک میں دُنیا صبح ۔ ۱ بجے سے جمع ہو رہی تھی۔ چھٹی کا دن بھی نہیں تھا لیکن لوگ اپنے محبوب دینی رہنما کے جنازے کو کندھا دینے جمع ہوئے تھے قائداعظمؒ کے بعد کراچی کی تاریخ میں جنازے کا سب سے بڑا اجتماع تھا۔ ڈیڑھ لاکھ افراد کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر موجود تھا۔ مولانا محمد حسن حقانی نے لمبے لمبے بانس باندھ کر گہوارہ تیار کر رکھا تھا۔ جسم مبارک کو گہوارے میں اتار دیا گیا اور لوگوں نے کندھوں پر اٹھا کر اسے ٹینٹ کے سائے میں لا کر رکھ دیا۔

۲ بجنے میں دس منٹ باقی تھے۔ کوکب نورانی نے لوگوں سے کہا وہ بیٹھ جائیں تاکہ وہ کچھ کہہ سکیں۔ سب لوگ بیٹھ گئے۔ پہلی صف پیر صاحب کرماں والے، پیر صاحب، دیول شریف، علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری، استاد العلماء مولانا غلام علی اوکاڑوی، مولانا غلام قادر کشمیری، پیر سید غضنفر علی شاہ بخاری، جسٹس غوث علی شاہ، علامہ عباس کمیلی، پیر سید غلام سرور المعروف کشمیری بابا، مولانا کے متعدد اعزا نمایاں تھے۔ کوکب نورانی مائک پر آئے نہایت گلوگیر آواز میں انہوں نے درود شریف پڑھ کر کہا۔ کراچی والو! کراچی سونی ہو رہی ہے کراچی کا دولہا رخصت ہو رہا ہے آپ سب میرے والد کے براتی ہو۔ ان کو بڑی شان سے رخصت کرنے آئے ہو۔ انہوں نے کہا میرے والد عاشقِ رسولؐ تھے۔ کون سی بستی ہے جو یہ کہے کہ میرے والد نے اسے حرارت عشقِ رسولؐ سے شاد و آباد نہ کیا ہو۔ انہوں نے میرے والد کا ایک ہی مشن تھا وہ شب و روز اسی میں مشغول رہے انہوں نے اپنے آرام اور صحت کا کبھی خیال نہیں کیا۔ کوکب نورانی نے مولانا کے آخری لمحات کی روداد بیان کی۔ اس وقت مجمع کا ہر فرد زار و قطار رو رہا تھا کوکب نورانی کے بعد مولانا کے بھائی صوفی محمد

اسی کشمکش میں گزریں مری زندگی کی راتیں — کبھی سوز و سازِ رومی کبھی پیچ و تابِ رازی

لطیف نقشبندی نے مختصراً اپنے بھائی کی خدمت دین اور حق پر ثابت قدمی کا ذکر کیا اور کہا وہ اوکاڑہ سے کراچی آئے تھے انہوں نے کراچی بسائی اب وہ رخصت ہو رہے ہیں۔ کوکب نورانی نے لوگوں سے کہا وہ نیت جنازہ میں یہ نہ کہیں کہ واسطے اس حاضر میت کے بلکہ یہ کہیں کہ واسطے مولانا محمد شفیع اوکاڑوی کے کیونکہ یہی ان کے بزرگوں کا طریق ہے۔ کوکب نورانی نے اپنے مرشد گرامی حضرت گنج کرم پیر صاحب کرماں والے کے فرزند دلبند سے درخواست کی کہ امام اہلسنت تشریف فرما ہیں۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں انہیں نماز جنازہ کی امامت کے لیے عرض کروں میرے لیے آپ دونوں نہایت مقتدر ہستیاں ہیں۔ پیر صاحب کرماں والاں نے بخوشی اجازت دی کہ علامہ کاظمی نماز جنازہ پڑھائیں۔

کوکب نے اپیل کی تھی کہ نظم و ضبط برقرار رکھیں لوگوں نے وعدہ کیا کہ وہ نظم و ضبط برقرار رکھیں گے۔

صدر مملکت اور گورنر نے اپنی آمد کی خبر دی تھی مگر وہ نہیں آئے ۲ بج کر پانچ منٹ پر صف بندی ہو گئی اور کوکب نورانی سے اجازت لے کر امام اہل سنت علامہ سید احمد سعید کاظمی نے نماز جنازہ پڑھائی۔ نماز کے بعد دعا ہوئی اور لوگوں نے نظم و ضبط کے وعدے کو بالائے طاق رکھتے ہوئے صفیں توڑ دیں اور سارا ہجوم بے قابو ہو گیا۔ جنازہ عام دیدار کے لئے رکھنے کی خاطر ٹینٹ لگوائے گئے تھے۔ لیکن لوگوں نے فوراً جنازہ اٹھا لیا انتظامیہ کی طرف سے ٹھنڈے پانی اور وضو کے پانی کا معقول انتظام تھا ٹریفک اور عوام کو قابو کرنے کے لئے پولیس کے اعلیٰ افسر بھی موجود تھے طے پایا کہ عام دیدار مسجد میں کروایا جائے گا۔ لمبے لمبے بانس باندھ دیئے گئے تھے لیکن اس کے باوجود عمر رسیدہ افراد کو کندھا دینے کا موقع نہیں ملا۔ دو بوریاں ان جوتوں کی بھر گئیں جو وہ لوگ چھوڑ گئے تھے جو کندھا دینے کے لئے آگے بڑھ گئے تھے۔

ع فسوں تھا کوئی تیری گفتار کیا تھی

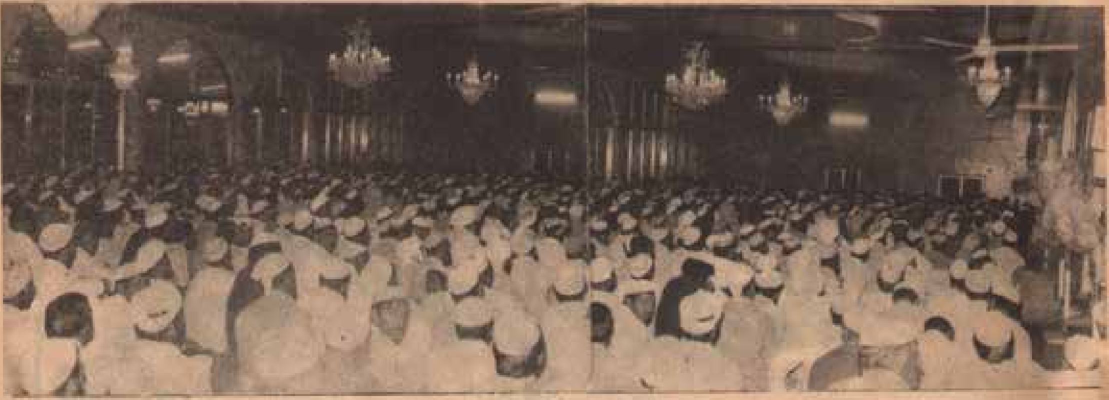

دوبئی کی ایک مسجد میں میلاد النبیؐ کے اجتماع سے خطاب

ٹریفک کے لئے اطراف کے راستے بند تھے، جلوسوں کی شکل میں لوگ ابھی بھی پہنچ رہے تھے ان کا خیال تھا کہ کم از کم نصف گھنٹہ تو تاخیر ہوگی۔ سولجر بازار کے مین روڈ پر سر ہی سر نظر آ رہے تھے۔ لوگ کلمۂ شہادت، درود سلام اور اسم الٰہی پکارتے ہوئے جنازے کے ساتھ چل رہے تھے مسجد کی حدود میں عام داخلہ بند تھا کیونکہ تدفین ایک کمرے میں ہونی تھی اور راستہ تنگ تھا۔ لیکن پولیس اس ہجوم پر قابو نہ پا سکی مسجد کے اندر باہر اور اطراف میں صرف سر ہی سر تھے۔ کوکب نورانی لوگوں کو واسطے دے رہے تھے کہ خدا رسول کے لئے نظم و ضبط برقرار رکھو نگران کے کپڑے ہجوم میں پھٹ گئے، انگوٹھی گر گئی کچھ دیر کے لئے چہرے سے کپڑا ہٹایا گیا تاکہ عام دیدار کر دیا جا سکے لیکن لوگ یوں ٹوٹ پڑے کہ گہوارہ الٹتے الٹتے بمشکل بچایا گیا۔ کوکب نورانی نے پولیس سے کہہ دیا کہ میں اس ہجوم سے نہیں نمٹ سکتا یہ سب عقیدت مند ہیں میرے والد کے براتی ہیں براہ کرم آپ کچھ کریں چنانچہ گہوارہ مسجد سے اٹھا کر پولیس نے اس کمرے کے قریب پہنچا دیا جہاں تدفین ہونی تھی۔ کوکب نورانی اپنے عزیزوں اور چند بزرگوں کے ساتھ وہاں تھے انہوں نے صاحب زادہ پیر سید غضنفر علی شاہ، استاد العلماء مولانا غلام علی اوکاڑوی اور صوفی محمد لطیف نقشبندی کو قبر میں اتارا حاجی علاء الدین، حاجی محمد اقبال، حاجی فضل احمد شرق پوری، منظور الحق ملک، شیخ محمد اشرف وغیرہ نے جسم مبارک قبر تک پہنچایا اور تینوں افراد نے اسے قبر میں رکھ دیا۔ استاد العلماء نے آخری جھلک دیکھنے کے لئے چہرے سے کپڑا ہٹایا اور پھر اس شمع عشق مصطفیٰ کو اس نورانی لحد میں بند کر دیا گیا اسی لمحے لاؤڈ اسپیکر پر مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام کی صدائیں گونج رہی تھیں۔ قاری محمد عبد اللطیف امجد نے اذان دی۔ سورہ بقرہ کی ابتدائی آیات الحاج محمد اکرم نے پڑھیں آخری آیات کوکب نورانی نے تلاوت کیں پھر ختم شریف پڑھا گیا، درود تاج کوکب نورانی نے نہایت رقت کے ساتھ پڑھا۔ حضرت پیر صاحب کرمانوالوں نے دعا کی۔ مسجد کے اندر لاؤڈ اسپیکر پر استاد العلماء نے فاتحہ خوانی اور دعا کی۔ آخری دعا کوکب نورانی نے لحد پر کی اور پھر گویا ان کا پیمانۂ صبر لبریز ہو گیا ان کے ضبط کا بندھن ٹوٹ گیا وہ قبر پر گر پڑے اور بڑے درد کے ساتھ روئے اسی وقت تمام ہجوم دھاڑیں مار مار کے رو رہا تھا۔ کوکب نورانی کو ان کے اعزا سہارا دے کر وہاں سے ایک کمرے میں لے گئے اور وہاں سے ٹھہرے گئے جہاں ان کی والدہ اور بہنیں کوکب سے لپٹ کر روتی تھیں اور پوچھتی تھیں بھیا! تم نے کیسے گوارا کر لیا اپنے باپ کی قبر پر مٹی ڈالنا۔ بہت مشکل سے کوکب نورانی کو باہر لایا گیا اور انہیں لوگوں میں لا کر بٹھا دیا گیا۔ صدر مملکت نے پیغام بھیجا کہ وہ پہنچ رہے ہیں۔ سیکورٹی متعین ہو گئی یہاں تک کہ آمد کا اعلان

اہلسنت والجماعت کی مشہور درسگاہ

جامعہ رضویہ منظر اسلام غلہ منڈی ہارون آباد

کا چوتھا سالانہ

جلسہ

بتاریخ ۱۱، ۱۲ مارچ ۱۹۵۷ء پیر، منگل کو منعقد ہو رہا ہے

جس میں مشہور علماء و مشائخ و نعت خواں حضرات تشریف لا رہے ہیں اور اپنی تقریروں خطبوں، نعتوں سے ایمان کو تازہ اور عشق خدا اور رسول اور محبت صحابہ و اہلبیت میں اضافہ کرینگے اور دینی مذہبی تبلیغی، قومی، وطنی، ملی، رہنمائی فرمائیں گے۔ تمام حضرات جوق در جوق تشریف لائیں۔

اسمائے گرامی حضرات علماء و مشائخ و نعت خواں حضرات

(۱) حضرت مولانا سید فیض الحسن شاہ صاحب بی اے صدر جمعیت علمائے مغربی پاکستان سجادہ نشین آلو مہار شریف

(۲) حضرت مولانا سید فیض علی شاہ صاحب مدظلہم سجادہ نشین دربار شوق الٰہی

(۳) حضرت مولانا ابوالنور محمد بشیر مدیر ماہ طیبہ کوٹلی لوہاراں

(۴) حضرت مولانا محمد بخش صاحب مسلم بی اے لاہور

(۵) جناب مولانا سید مظفر علی شاہ صاحب صدر انجمن تبلیغ الاسلام پشاور

(۶) جناب مولانا حافظ غلام مہر علی صاحب خطیب منڈی چشتیاں شریف

(۷) جناب مولانا عطاء الرحمن صاحب حامی خطیب ڈونگہ بونگہ

(۸) جناب مولوی محمد طفیل صاحب نعت خواں طالب علم جامعہ رضویہ

(۹) جناب مولوی محمد اسرار المصطفٰے صاحب انور نعت خواں طالب علم جامعہ رضویہ

(۱۰) جناب مولوی محمد عارف صاحب نعت خواں طالب علم جامعہ رضویہ

(۱) حضرت مولانا الحاج سردار احمد صاحب شیخ الحدیث والتفسیر زیدت فیوضہم

(۲) حضرت مولانا محمد عمر صاحب مبلغ و مناظر اہلسنت والجماعت اچھرہ لاہور

(۳) جناب مولانا حافظ محمد شفیع صاحب اوکاڑہ

(۴) جناب مولانا محمد شریف صاحب خطیب قصور

(۵) جناب صوفی علی محمد صاحب نعت خواں گوجرانوالہ

(۶) جناب جان محمد صاحب نعت خواں لاہور

(۷) جناب مولانا حاجی محمد یوسف صاحب نگینہ پیلے گوجرہ

(۸) جناب صوفی دل محمد صاحب نعت خواں

(۹) جناب مولانا خلیل اشرف صاحب مبلغ جامعہ رضویہ

(۱۰) جناب مولانا محمد حسین صاحب مدرس جامعہ رضویہ

(۱۱) حضرت ابروالی ملتان شریف

المعلن

محمد عبد المصطفٰے الازہری غفرلہ و اراکین جامعہ رضویہ منظر اسلام غلہ منڈی ہارون آباد

ہو گیا مگر اچانک ان کا ارادہ ملتوی ہو گیا اور سیکیورٹی ہٹا دی گئی معلوم ہوا کہ وہ اسلام آباد روانہ ہو گئے۔ تعزیت کے لئے لوگ مسلسل آ رہے تھے، فاتحہ خوانی جاری تھی۔ اس شام اچانک کوکب نورانی کی طبیعت بگڑ گئی وہ گزشتہ ڈیڑھ ہفتے سے رسومات میں مصروف تھے اور معدے کی خرابی کے سبب فاقہ کر رہے تھے۔ ان کی کمر میں شدید درد اٹھا تھا جس نے دو دن انہیں ہلکان کئے رکھا۔ ۲۶ / اپریل جمعرات کو بعد عصر فاتحہ سوم کا پروگرام مردوں کے لئے جامع مسجد گلزار حبیب میں رکھا گیا تھا اور خواتین کے لئے مولانا کی قیام گاہ پر قرآن خوانی کا اہتمام تھا۔ ۲۶ / اپریل کو گورنر سندھ جنرل جہان داد، کمشنر سید سردار احمد اور ڈپٹی کمشنر شمس العارفین تعزیت کے لئے مولانا کے گھر آئے اور کوکب نورانی سے تعزیت اور فاتحہ خوانی کی۔

جامعہ اسلامیہ گلزار حبیب کے طلبہ اور مولانا کے مداح مسلسل قرآن خوانی کر رہے تھے۔ مرقد کے اطراف میں ہر لمحے تلاوت قرآن کا شغل جاری تھا۔ بعد ظہر احباب آنے شروع ہو گئے۔ چار بجے سہ پہر کوکب نورانی بھی مسجد پہنچ گئے۔ علماء، فضلا، عوام کی بڑی تعداد عصر تک مسجد میں جمع ہو گئی۔ نماز عصر کے فوراً بعد استاد القراء قاری محمد طفیل صاحب نے تلاوت کلام پاک کی اور مختصر نعت شریف پڑھی ان کے بعد مصر سے تربیت یافتہ قاری خیر محمد صاحب نے تلاوت کلام پاک کی اس کے بعد الحاج محمد اکرام مدنی اور قاری عبداللطیف امیٹھی نے ختم شریف پڑھا۔ امام اہلسنت حضرت علامہ سید احمد سعید شاہ کاظمی، صاحبزادہ پیر سید محمد علی شاہ بخاری کرمال والے، صاحبزادہ میاں جمیل احمد شرقپوری، پیر صاحب دیول شریف، استاذ العلماء مولانا غلام علی اوکاڑوی، علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری، علامہ سید عالم جہلاوی، مولانا محمد حسن حقانی، علامہ سید حسین الدین شاہ، قاری رضا المصطفیٰ، مولانا شاہ فرید الحق، جناب میر خلیل الرحمٰن، یونائیٹڈ بینک کے جناب محمد حسن، امام مولانا کے اعزا احباب

مولانا کے
والدِ محترم
الحاج میاں
کرم الٰہی مرحوم

ضروری گزارش

عاشقِ رسول محبِ صحابہؓ و آلِ بتولؓ مجاہدِ تحریکِ ختمِ نبوت شیرِ بیشۂ اہلِ سنّت حضرت خطیبِ پاکستان الحاج علامہ مولانا محمد شفیع صاحب اوکاڑوی نوّر اللہ مرقدہٗ نے ملک بھر اور بیرونِ ملک قریباً ۳۵ برس تک شب و روز دینِ متین کی تبلیغ کی ہے ہوسکتا ہے کہ آپکے پاس ان کی کوئی تحریر یا تقریر محفوظ ہو۔

از راہِ لطف و کرم وہ تحریر یا تقریر یا اس کا عکس اور نقل ہمیں عنایت فرمادیں تاکہ ہم اسے احسن طریق پہ باقی لوگوں تک پہنچا سکیں۔

مولانا اوکاڑوی اکادمی

مسجد کے قریب موجود تھے اور تمام مسجد خواص و عوام سے بھری ہوئی تھی۔ فاتحہ کے بعد سب سے پہلا خطاب جناب شاہ فرید الحق صاحب نے کیا انھوں نے مولانا کو خراج عقیدت پیش کرنے کے علاوہ مولانا شاہ احمد نورانی کے شریک جنازہ نہ ہونے کا سبب اور عذر بھی بیان کیا صاحب زادہ میاں جمیل احمد شرق پوری نے مسجد گلزار حبیب کی تعمیر اور مولانا کی خدمت دین کا مختصر ذکر کرتے ہوئے ان کی مغفرت کے لیے دعائیہ کلمے فرمائے۔ پیر صاحب، دیول شریف نے کہا کہ مولانا مرحوم محبوب ملت اور ؒاہلسنت تھے وہ صداقت کے پتلے تھے ان کی زندگی خدمت دین میں گذری پیر صاحب دیول شریف نے مولانا مرحوم کو اپنے شاندار الفاظ میں خراج عقیدت پیش کیا اس نشست سے آخری خطاب امام اہلسنت علامہ کاظمی کا تھا انہوں نے فرمایا میں نے مولانا کا مبارک چہرہ دیکھا، میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں وہ ایک مرد مومن کا چہرہ تھا۔ بے ساختہ میرے لبوں پر جاری ہوا "مغفور" "مغفور" "مغفور"۔ مولانا مرحوم نے یہ نہایت خوب صورت مسجد گلزار حبیب تعمیر کی ہے یقیناً اللہ تعالیٰ نے جنت الفردوس میں ان کے لیے عالی شان گھر تعمیر کیا ہوگا۔ علامہ کاظمی نے فرمایا مولانا مرحوم کی یاد دل کی گہرائیوں میں ہے ان کا تصور آنکھوں میں ہے میں سمجھتا ہوں کہ حافظ محمد شفیع ہمارے سامنے ہیں انہوں نے فرمایا ان کے جنازے میں لاکھوں انسانوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر تھا اور خود مولانا بھی ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر تھے اللہ تعالیٰ نے انہیں جو خصوصیات عطا فرمائی تھیں وہ وہ خصوصیات مولانا اپنے ساتھ لے گئے یہ حقیقت ہے کہ وہ ایک عظیم انسان تھے اور بہت خوبیوں سے متصف تھے امام اہلسنت نے فرمایا جو لوگ مولانا سے اختلاف رکھتے تھے ان کی آنکھیں کھل جانی چاہئیں۔ انہوں نے فرمایا میرے پاس الفاظ نہیں ہیں کہ میں اپنے ان جذبات کا اظہار کروں جو میں اپنے دل میں لیے بیٹھا ہوں مجھے بڑا غم ہے کہ جس منبر پر وہ بیٹھ کر ہر جمعہ خطبہ پڑھا کرتے تھے آج یہ منبر ان سے محروم ہے۔ انہوں نے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ مولانا کو جنت الفردوس میں مقام رفیع عطا فرمائے اور ان کے مشن کو کامیاب فرمائے نماز مغرب سے قبل حضرت صاحب زادہ پیر سید محمد علی شاہ کرماں والوں نے دعا فرمائی۔ نماز مغرب استاذ العلماء مولانا غلام علی اوکاڑوی نے پڑھائی اس کے بعد سب حاضرین نے مولانا مرحوم کے مرقد مبارک پر جا کر فاتحہ پڑھی۔ اگلے دن بعد نماز جمعہ تعزیتی اجلاس کا اعلان کیا گیا۔

جمعہ ۲۷ اپریل کو علامہ کاظمی اپنے فرزندوں کے ساتھ کوکب نورانی سے ملنے پھر مولانا کے گھر گئے۔ نماز جمعہ کے اجتماع سے پہلا خطاب استاذ العلماء حضرت مولانا ابو البیان غلام علی اوکاڑوی نے فرمایا اور دوسرا خطاب امام اہلسنت علامہ کاظمی صاحب نے فرمایا۔ اسی دوران گلزار حبیب ٹرسٹ کے اراکین کا ہنگامی اجلاس منعقد ہوا جس میں بالاتفاق مولانا کے بڑے بیٹے کوکب نورانی کو ٹرسٹ کا آئندہ چیئرمین منتخب کیا گیا۔ حضرت امام اہلسنت کے خطاب کے بعد میاں جمشید حسین نے ٹرسٹ کے اس فیصلے کا مائیک پر اعلان کیا اور حضرت صاحب کرماں والے شیخ القرآن اور امام اہلسنت نے مولانا مرحوم کی جانشینی کے لیے کوکب نورانی کی دستار بندی کروائی اس لمحے کوکب نورانی رو پڑے، گلوگیر آواز میں انہوں نے مائیک پر کہا۔ میں ہرگز ہرگز خود کو اپنے والد محترم ؒ کی جانشینی کا اہل نہیں سمجھتا، ان بزرگوں نے مجھے جو ذمہ داری سونپی ہے۔ آپ دعا کریں کہ رب العزت مجھے اس کی ہمت و صلاحیت عطا فرمائے بہر حال اس مسجد و مدرسہ کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لیے میں ہر ممکن جدوجہد کروں گا۔ بزرگوں نے کوکب نورانی کو ہر طرح اپنی اعانت کا یقین دلایا۔

جمعہ کے بعد استاذ العلماء شیخ القرآن مولانا غلام علی صاحب کی صدارت میں تعزیتی اجلاس شروع ہوا۔ قاری خیر محمد نے تلاوت کلام پاک کی۔ مولانا مرحوم کے بھائی الحاج محمد اکرم صوفی محمد لطیف نے نعتیں پڑھیں۔ صوفی پیر بخش اوکاڑوی نے نہایت پر سوز لہجے میں سیف الملوک کے حزنیہ اشعار پڑھے۔ اس لمحے ہر شخص ہچکیاں بھر رہا تھا۔ تقاریر کا سلسلہ شروع ہوا صدر جماعت اہلسنت کراچی

مولانا محمود وسایا الخطیب، مولانا غلام رسول چشتی، مولانا ابرار احمد رحمانی، مولانا عبدالصمد، مفتی محمد رفیق حسنی اور علامہ عطا محمد بندیالوی نے اپنے اپنے انداز میں مولانا کی خدمات اور کارہائے نمایاں کا تذکرہ کرتے ہوئے ہوئے زبردست خراج عقیدت پیش کیا۔ استاذ العلما نے دعائے خیر کی۔ محفل کا اختتام صلوٰۃ وسلام پر ہوا تمام حاضرین نے نماز عصر ادا کی اور مولانا مرحوم کی قبر شریف پر فاتحہ خوانی کی گئی۔

مولانا کے مرقد مبارک پر ملک بھر اور بیرون ملک سے آنے والے حاضرین کا سلسلہ شب و روز جاری رہا۔ اندرون سندھ، پنجاب، بلوچستان اور سرحد کے علاقوں سے وفد بھی آئے علماء و مشائخ نے مولانا مرحوم کے گھر جاکر کوکب نورانی اور سوگوار خاندان سے تعزیت بھی کی۔ وفاقی وزیر محنت جناب غلام دستگیر خاں، وزیر دفاع میر علی احمد تالپور اور مرحوم میر رسول بخش تالپور کے فرزند میر رفیق تالپور بھی مولانا کے گھر گئے اور کوکب نورانی، اور اہل خانہ سے تعزیت کی۔ وفاقی وزیر محنت غلام دستگیر خاں نے جنہیں مولانا مرحوم سے بہت عقیدت و محبت ہے کوکب نورانی سے کہا کہ علماء تو بہت ہیں لیکن مولانا اوکاڑوی مرحوم نہ صرف اچھے عالم بلکہ بہت اچھے انسان بھی تھے، بڑے بردبار اور عالی ظرف تھے۔ انہوں نے کہا یہ عالم مولانا محمد شفیع اوکاڑوی نہیں ہو سکتا۔ ان کی وفات بہت بڑا سانحہ ہے انہوں نے اس بات پر افسوس کیا کہ مولانا مرحوم اتحاد بین المسلمین کے ممتاز رہنما تھے لیکن مختلف مکاتب فکر نے تعزیت کے اظہار میں بھی فراخ دلی کا مظاہرہ نہیں کیا حالانکہ ٹیلی ویژن پر ان کے جنازے کے ہجوم کو پوری طرح نہیں دکھایا گیا تاہم لوگوں کی اتنی بڑی تعداد میں مولانا مرحوم کے جنازے میں جمع ہونا ان کی کامیابی اور مقبولیت کا بین ثبوت ہے ۱ مئی کو صدر مملکت جنرل محمد ضیاء الحق، گورنر سندھ جنرل جہانداد کے ساتھ مولانا اوکاڑوی کے گھر گئے وہ کچھ دیر کوکب نورانی سے مولانا مرحوم کی باتیں کرتے رہے اس موقع پر مولانا کے دوسرے دونوں فرزند محمد سبحانی اور حامد ربانی

صدر مملکت جنرل محمد ضیا الحق اور گورنر سندھ جنرل جہانداد خان کوکب نورانی سے تعزیت کر رہے ہیں

آہ! خطیبِ پاکستان رحمۃ اللہ علیہ

از:
سیّد عارف محمود مہجور رضوی، گجرات

تن سے ہو کر دل جدا، جاتا رہا
موت کے ہاتھوں یہ کیا، جاتا رہا

سُنیوں کا مقتدا، جاتا رہا
عاشقانِ مصطفےٰ کا رہنما، جاتا رہا

آنکھ پُرنم، دل دریدہ، جگر شق
کیا کہیں کہ آج کیا، جاتا رہا

دل کی ساری خصلتیں اپنے معانی کھو گئیں
دلنواز و دلنشیں و دلرُبا، جاتا رہا

خوش بیانی کیوں کرے نہ آج سے ماتم مدام
خوش بیان و خوش زبان و خوشنوا جاتا رہا

سُونی سُونی محفلیں ہیں اُجڑے اُجڑے سے خیال
اب تو پیارے لُطف ہی تقریر کا جاتا رہا

گلشنِ اسلام کا وہ باغبانِ نیک خُو
ترجمان و نائبِ احمد رضا جاتا رہا

ستم سہہ کر مصطفےٰ کے بے ادب افراد کے
وہ سراپا پیکرِ صبر و رضا جاتا رہا

مُفتخر تھے جس خطابت پر سبھی اہلِ جہاں
وہ خطیب و ذاکرِ کرب و بلا، جاتا رہا

جس کی تحریریں ہیں عشقِ مصطفےٰ سے خوبرُو
اوڑھ کر عشقِ نبی کی وہ رِدا، جاتا رہا

سر بکف ہر آن تھا آلِ نبی کے واسطے
آج وہ ہی جانثارِ مصطفےٰ، جاتا رہا

اُس کی گھٹی میں پڑی اُلفت تھی اہلِ بیت کی
جو صحابہ پہ رہا دائم فِدا، جاتا رہا

سیّدی احمد سعیدِ کاظمی کے فکر و فن کا جانشیں
شرقپور کے شیرِ حق کا لاڈلا جاتا رہا

بُھول سکتے ہی نہیں اہلِ علم "ذکرِ جمیل"
محو جس کی ہو نہیں سکتی ہے "شامِ کربلا" جاتا رہا

آخری لمحات میں جس نے قضا کی نہ نماز
پی کے وہ جامِ قضا، جاتا رہا

لرزہ براندام جس سے سب کے سب گستاخ تھے
تھا کٹھن جس کا سبھی کو سامنا جاتا رہا

یاد میں اس کی سدا روئیں گے سب
چھوڑ کر جو آج ہم کو برملا جاتا رہا

اور کیا لکھے دلِ مہجور اب اس کے سوا
شیرِ بیشہ اہلِ سنت کا تھا جاتا رہا

تیرے جیہا مینوں ہور نہ کوئی

کے علاوہ جامعہ اسلامیہ گلزار حبیب سولجر بازار کے صدر مدرس علامہ مفتی محمد رفیق حسنی، مولانا مرحوم کے سیکریٹری مولانا غلام حیدر بھی موجود تھے کوکب نورانی نے صدر مملکت کو مولانا کا وہ خط بھی پیش کیا۔ جو مولانا نے وصال سے ایک روز قبل صدر مملکت کے نام تحریر کیا تھا۔ صدر مملکت نے مولانا مرحوم کی وہ تصویر جو ان کی وفات سے صرف پانچ گھنٹے قبل لی گئی تھی وہ بھی دیکھی۔ صدر مملکت نے بھی اعتراف کیا کہ مولانا مرحوم ملک کی ممتاز اور محبوب ترین شخصیت تھے اور نظام مصطفیٰ کے نفاذ میں ان کا تعاون میرے لیے نہایت اہمیت رکھتا تھا۔ کوکب نورانی نے صدر مملکت کو بتایا کہ میرے والد مرحوم آپ کے جذبہ ایمانی کی قدر کرتے تھے اور وہ صرف اس لیے آپ کے ساتھ تھے کہ کس طرح اس ملک کو اسلام کے مذہبی اصولوں کے مطابق امن و سلامتی کا جنت بنایا جا سکے چنانچہ ہمیشہ انہوں نے آپ کو قومی و ملی اتفاق و اتحاد کے لیے مشورے دیے۔ اور تعمیر و ترقی کے لیے ہر طرح اپنا تعاون پیش کیا صدر مملکت نے مولانا مرحوم کے لیے فاتحہ خوانی کی اور پھر مولانا کی ذاتی لائبریری دیکھی۔ انہیں یہ جان کر خوشی ہوئی کہ مولانا اپنی لائبریری ہی میں فرشی نشست کیا کرتے اور ہر خاص و عام سے بلا امتیاز وہیں ملا کرتے تھے۔

صدر مملکت نے جنازہ میں اپنی عدم شرکت کے لیے کہا کہ آپ نے وقت الیا رکھا تھا کہ میں نہیں پہنچ سکا حالانکہ میں شریک ہونا چاہتا تھا انہوں نے کہا کہ مجھے بتایا گیا کہ قائداعظم مرحوم کے بعد اتنا اجتماع کراچی میں کسی جنازہ میں دیکھنے میں نہیں آیا۔ اس موقع پر صدر مملکت کی خدمت میں تمام اہلسنت کی جانب سے تین مطالبوں پر مشتمل ایک تحریر پیش کی گئی اور مولانا مرحوم کی تعمیر کردہ یادگار جامع مسجد گلزار حبیب میں ایک نماز ادا کرنے کی دعوت بھی دی گئی۔ ان سے یہ بھی عرض کی گئی کہ سولجر بازار کا نام بدل کر گلستان اوکاڑوی یا مولانا اوکاڑوی ٹاؤن رکھا جائے معراج النبی ﷺ کی شب جامع مسجد گلزار حبیب میں مولانا مرحوم کی تقریر بذریعہ ٹیپ سنوانے کا اہتمام کیا گیا تھا۔ مسجد لوگوں سے بھری ہوئی تھی سب حاضرین دیدۂ تر کے ساتھ سُن رہے تھے بعد میں جناب کوکب نورانی نے بھی حاضرین سے خطاب کیا۔ شب برات کے موقع پر بھی شب برات کے موضوع پر مولانا مرحوم کی تقریر کی ٹیپ بجائی گئی مولانا کے چہیتے بھتیجے حامد ربانی نے نعت پڑھی اور کوکب نورانی نے ایک گھنٹہ خطاب کیا انہوں نے یہ بھی کہا کہ گستاخان رسول کی کسی سازش کو کامیاب نہیں ہونے دیں

گے اور فروغ عشق مصطفوی کے لیے ہر دم کوشاں رہیں گے

مولانا مرحوم کی تدفین جس کمرے میں کی گئی تھی اس کا فرش مسجد کے فرش کی سطح سے ڈیڑھ فٹ نیچا تھا چنانچہ کوکب نورانی نے جناب محمد شفیع سپروائزر کے ذمے یہ کام لگایا کہ وہ بنہایت احسن طریق پر قبر کے اطراف بیم ڈال کر کی تعمیر کے لیے چار دیواری بنائیں اور کمرے کا فرش مسجد کے فرش کی سطح تک بلند کر دیں کیونکہ چہلم تک مزید تعمیر مکمل نہیں ہو سکے گی اس لیے باقی کام چہلم کے فوراً بعد شروع کیا جائے گا۔

اسی دوران مولانا مرحوم کے مشن کو جاری رکھنے اور ان کی مساعی جمیلہ سے لوگوں کو روشناس کرانے کے لیے مولانا اوکاڑوی

شیخ العرب والعجم مولانا ضیاء الدین احمد القادری المدنی رحمۃ اللہ علیہ

اکادمی قائم کی گئی۔ مولانا مرحوم کی اہلیہ محترمہ تینوں فرزند مولانا مرحوم کے چھوٹے بھائی صوفی محمد لطیف نقشبندی، مولانا مرحوم کے داماد شیخ محمد اعظم نقشبندی مولانا مرحوم کے سیکرٹری مولانا غلام حیدر رنگ صاحب زادہ پیر سید غضنفر علی شاہ بخاری اور جناب عبداللہ داد بھائی اس اکیڈمی کے ارکان اور کوکب نورانی چیئرمین مقرر ہوئے امام اہلسنت علامہ سید احمد سعید شاہ کاظمی اور شیخ القرآن مولانا غلام علی اوکاڑوی مدظلہم مولانا اوکاڑوی اکادمی کے سرپرست ہوں گے۔

گلزار حبیب ٹرسٹ کے تعاون سے مولانا اوکاڑوی اکادمی چہلم کے انتظامات کر رہی ہے،

وقت اپنی رفتار سے رواں دواں ہے۔ ساعتیں گذرتی جاتی ہیں زمانے میں اک تغیر کو ہی ثبات ہے۔ اس دُنیا میں جو بھی آیا ہے اسے بہرحال جانا ہے۔ یہی نظام قدرت ہے جانے والے کو کون روک سکا ہے۔ لوگ اپنی جانوں کا نذرانہ ہاتھوں میں لیے رہ گئے۔ مولانا کو جانا تھا وہ چلے گئے۔ گلی گلی لوگ آج بھی اُن کی آواز سُن رہے ہیں، مگر اب ان کی آواز پر ہر آنکھ بھیگ جاتی ہے۔ اک ہوک سی دل میں اُٹھتی ہے اور دل روتے ہیں۔ سب کہتے ہیں وہ اب نہیں آئیں گے لیکن کوکب نورانی کو ہی نہیں ان سب کو بھی اک انتظار سا کیوں ہے ......

اکتوبر ۱۹۶۲ء میں قاتلانہ حملے کے بعد

اظہارِ حقیقت

خطیبِ ملت حضرت مولانا محمد شفیع اوکاڑوی رحمتہ اللہ علیہ تقسیمِ پاک و ہند کے بعد اوکاڑا میں اقامت پذیر ہوئے' ان کا مولد کھیم کرن مشرقی پنجاب تھا۔ مولانا کے آبا و اجداد تجارت پیشہ تھے اور ایک صالح ترین خاندانِ شیوخ سے متعلق تھے۔ مولانا کے والدِ محترم الحاج میاں کرم الٰہی صاحب مرحوم نہایت ہی درویش منش اور پاکیزہ سیرت انسان تھے۔ شیرِ ربانی حضرت میاں شیر محمد شرقپوری قدس سرہ کے مریدِ خاص تھے۔ حضرت شیرِ ربانی کی صحبت با برکت سے مولانا اوکاڑوی کے والدِ ماجد کے سینہ میں عشقِ رسول اس طرح موج زن تھا کہ بعض اوقات نعتِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سنتے ہوئے میاں کرم الٰہی صاحب پر ایسی وجدانی کیفیت طاری ہوتی تھی کہ وہ جذب و مستی کی حالت میں ماہیِ بے آب کی طرح تڑپنے لگتے تھے۔

فقیر جب ۱۹۴۹ء میں اوکاڑا بلایا گیا اور جامع مسجد اے کالونی ستلج کاٹن ملز میں بہ طور خطیب اور ملز ہائی اسکول میں بطور صدر شعبۂ اسلامیات تقرری ہوئی اور اوکاڑا میں دینی محافل و مجالس کی کثرت ہونے لگی تو اس ذریعہ سے "خطیبِ پاکستان" سے تعارف ہوا جو اس زمانہ میں طوطیِ پنجاب حافظ محمد شفیع صاحب کے نام سے معروف تھے اور اکثر مذہبی جلسوں اور جمعہ کے موقع پر بڑے پیارے انداز میں نعت شریف پڑھتے اور تقریریں کیا کرتے تھے۔ جب فقیر سے ان کا رابطہ زیادہ ہوا اور فقیر نے ان کی فطانت و ذہانت اور زیرکی کو محسوس کیا تو انھیں درسِ نظامی کی تکمیل کی ترغیب دی جسے مولانا نے بخوشی قبول کیا۔ اس وقت تک ابھی دار العلوم اشرف المدارس کا قیام عمل میں نہیں لایا گیا تھا۔ فقیر نے اپنی استطاعت کے مطابق ان کی خصوصی تربیت پر اپنی توجہ کو مرکوز کیا جس کے نتیجے میں بہت جلد ان کو ایسی کامیابی و کامرانی حاصل ہوئی کہ اللہ کے فضل و کرم سے ان کی خطابت اور وعظ و نصیحت کا ارد گرد چرچا ہونے لگا چنانچہ ایک طرف تو وہ میری جگہ ستلج ہائی اسکول میں شعبۂ اسلامیات کے انچارج اور دوسری طرف ضلع کے صدر مقام منٹگمری (جس کا نام اب ساہیوال ہے) میں مسجد مہاجرین کے خطیب مقرر ہوئے اور بفضلہٖ تعالیٰ لوگوں میں ان کی مقبولیت اس حد تک بڑھ گئی کہ چوک مسجد مہاجرین اور اس کے متصل سڑکیں اور گلیاں جمعہ کے دن اس طرح بھر جاتی تھیں کہ ہر جمعہ کے روز عید کا سا سماں معلوم ہوتا تھا۔

حضرت خطیبِ پاکستان الحاج علامہ مولانا محمد شفیع صاحب اوکاڑوی نوّر اللہ مرقدہٗ سے متعلق آپ کی کوئی آپ بیتی، کوئی یادداشت ساتھ گزرے ہوئے یادگار لمحات اور ان کی دینی و ملّی خدمات اور ان کی ذات و صفات کے بارے میں اپنے تاثرات ازراہِ عنایت تحریر فرما کر ہمیں روانہ فرمادیں تاکہ حضرتِ خطیبِ پاکستان سے متعلق شائع ہونے والی کتاب میں اسے شامل کیا جاسکے۔

مولانا اوکاڑوی اکادمی

فروری ۱۹۵۴ء میں جامعہ حنفیہ برکاتیہ اشرف المدارس کا قیام ہوا۔ مولانا اوکاڑوی ابتداً دار العلوم کے نہایت کامیاب و معروف طالب علم تھے اور بانی ارکان سے بھی اور اپنی دینی ملی تبلیغی خدمات کی وجہ سے کمال عروج پر فائز ہونے کے باوجود اپنی پہلی اور خصوصی تربیت گاہ اشرف المدارس کی سرپرستی بھی فرماتے رہے۔

مولانا مرحوم کو حق سبحانہ و تعالیٰ نے حفظ و فہم کی وہ دولت عطا فرمائی تھی کہ جس موضوع پر گفتگو کرنے کی ضرورت ہوتی تھی فقیر ان کو اپنے علمِ ناقص کے مطابق اشارے اور کبھی مضمون تیار کر کے دیتا اور وہ بہت ہی تھوڑے وقت میں اس کو محفوظ کر لیتے اور اس طرح بیان فرماتے کہ میں خود بھی دنگ رہ جاتا۔ ان میں ایک عظیم خوبی یہ بھی تھی کہ وہ بمصداق "من المہد الی اللحد" عمر بھر اسی طرح علمی تحقیق میں لگے رہے کہ جب بھی اپنے اکابر علماء سے ان کی ملاقات ہوتی، مسائل دینیہ پر تحقیق فرماتے رہے۔ دقیق علمی مسائل میں مزید اضافہ کے لیے ان کی مثالی شہرت حائل نہ ہوئی۔ درسِ تفسیر و حدیث میں بعض ایسے استفسارات کرتے کہ استاد اور ان کے رفقائے درس انکی ذہانت اور نکتہ آفرینی پر دنگ رہ جاتے۔ ایک سال فقیر نے مولانا کے زیرِ انتظام جامع مسجد غوثیہ بلاک ۲ پی ای سی ایچ سوسائٹی کراچی میں دورہ تفسیر قرآن پڑھایا تو وہ شب و روز نہایت دلچسپی اور انہماک سے اس میں شامل رہے اور تمام اہم تدریسی مسائل نوٹ کرتے رہے اور بعد ازاں نہایت ترتیب سے تحریر فرما کر فقیر کو دکھائے الحاصل مولانا مرحوم بے شمار خوبیوں کے مالک تھے۔ لکل فن رجال، فن خطابت میں مولانا کو جو مرتبہ و مقام حاصل تھا وہ کسی سے پوشیدہ نہیں، سینکڑوں ان کی پیروی میں آسمانِ شہرت پر چمکے ہیں بلاشبہ وہ بے مثل خطیب تھے اور اپنی طرزِ خطابت کے موجد اور امام تھے۔

مجھے شبہ ہے کہ ملک بھر میں مولانا مرحوم کی طرح کوئی شخصیت ایسی ہوگی جس کی دینی خدمات کے سبب ہر علاقے کے لوگ، خواتین اور بچے بھی اس سے واقف ہوں۔ وہ اپنی برادری، اوکاڑا شہر اور علماء کی ہی نہیں تمام اہلسنت اور پاکستان کی عزت و شہرت کا باعث تھے۔ فقیر کے ساتھ اگرچہ ان کا تعلق ابتداً میں استاد شاگرد کا تھا مگر وہ ایسے تلمیذ رشید تھے کہ میرے جیسے غیر معروف اور ہیچ میرز کو بھی ان کی وجہ سے بہت شہرت حاصل ہوئی وہ اگرچہ اپنے صدقِ اخلاص کی وجہ سے اپنے اساتذہ کا نہایت احترام کرتے تھے تاہم اللہ تعالےٰ نے ان کو جو عزت و تکریم عطا فرمائی تھی فقیر بھی ان کو نہایت ہی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتا تھا اور وہ بھی دینی ملی بلکہ اکثر خانگی معاملات میں فقیر سے مشاورت اہم سمجھتے تھے۔ ان کے اچانک رحلت فرمانے سے پوری ملت ایک نامور خطیب، مصنف اور تحریکِ ختم نبوت اور تحریکِ نظامِ مصطفےٰ کے عظیم مجاہد بے باک اور نڈر

بیاہی سے محروم ہوگئی ہے جس نے ملّتِ اسلامیہ کی سربلندی، مسلکِ حق اہلسنت کی تبلیغ و ترجمانی اس طرح باحسن وجوہ سرانجام دی کہ اپنی مثال وہ خود آپ ہی تھے

حق سبحانہٗ و تعالیٰ ان کے درجات و مراتب بلند فرمائے اور جنۃ الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور انکے جملہ متعلقین اور عقیدت کیشوں کو صبر جمیل کی توفیق مرحمت فرمائے۔

والسلام
فقیر ابوالفضل غلام علی غفرلہٗ
خادم دارالعلوم اشرف المدارس اوکاڑا

شیخ القرآن ابوالبیان حضرت مولانا غلام علی اشرفی اوکاڑوی

منقبت

آں خطیبِ پاک ملت را امیر — عالمے گشتہ بتقریرش اسیر

در زمانے خود خطیبِ دل پزیر — عالم و فاضل، مقررِ بے نظیر

در مواعظ خویش بودہ ہم بشیر و ہم نذیر — در فصاحت در بلاغت بود او مردِ شہیر

صاحبِ ذکرِ جمیل و صاحبِ ذکرِ حسین — صاحبِ تصنیف بود او علم و حکمت را امین

طالبش بودند سلطان و وزیر — لیک در نظرش ہمہ دنیا حقیر

تاریخِ وصال

رفت و منزل عالمِ بالا گرفت — یا الٰہی فیضِ او پایندہ دار

رفت و روئے خویش را از ما نہفت — تربتش را اے خدا تابندہ دار

گفت تاریخِ وصالش بوالبیان — ہادیِ راہِ خدا شب زندہ دار

—— ۱۴۰۲ ہجری ——

اغراض و مقاصد

مولانا اوکاڑوی رح اکادمی

بیادِ نگاں

خطیبِ پاکستان حضرت علامہ مولانا محمد شفیع اوکاڑوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ

۱ جامع مسجد گلزارِ حبیب ٹرسٹ و جامعہ اسلامیہ گلزارِ حبیب کی تعمیر و ترقی میں مکمل تعاون

۲ مولانا اوکاڑوی مرحوم و مغفور کے مزار پُر انوار کی تعمیر

۳ مولانا اوکاڑوی علیہ الرحمتہ کی تمام تحریروں اور مکمل تصانیف کی حفاظت اور ان کی اشاعت

۴ ملک بھر اور بیرونِ ملک سے مولانا کے محفوظ خطابات کو جمع کر کے ان کی اشاعت

۵ جامعہ اسلامیہ گلزارِ حبیب میں مولانا اوکاڑوی رح لائبریری کا قیام

۶ مولانا اوکاڑوی رحمتہ اللہ علیہ کے نام سے ایک تعلیمی ادارے اور شفاخانے کا قیام

۷ مولانا اوکاڑوی رحمتہ اللہ علیہ اور بزرگانِ دین کے ایام کا اہتمام سے انعقاد

۸ مولانا اوکاڑوی مرحوم کی سیرت و سوانح علمی مرتبت اور خدمات پر مبسوط کتاب کی اشاعت

۹ حلقہ بگوشانِ حضرت مولانا اوکاڑوی علیہ الرحمتہ کے لیے ایک مستقل ماہنامے کی اشاعت

خطیبِ پاکستان مرحوم و مغفور کی ایک تحریر

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّی وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَاخَوْفٌ عَلَیْہِمْ

وَلَاھُمْ یَحْزَنُوْنَ ؕ

آگاہ ہو جاؤ بلاشبہ اللہ کے ولیوں پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے، اللہ کے ولی وہ ہیں جو ایمان لا کر پرہیزگاری اختیار کرتے ہیں ان کے لیے بشارت ہے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں اللہ کی باتیں بدلتی نہیں یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔

ان آیات میں غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ پہلی آیت میں اولیاء اللہ کی عظمت و شان کا بیان ہے، دوسری آیت میں ان کی پہچان اور تیسری آیت میں اُن کے انجام کا بیان ہے۔

ان کی عظمت و شان یہ ہے کہ وہ اللہ کے ولی ہیں اور دونوں جہان میں بے خوف و بے غم ہیں۔ ان کی پہچان یہ ہے کہ وہ کامل مومن اور متقی پرہیزگار ہوتے ہیں۔ ان کا انجام یہ ہے کہ ان کو دنیا و آخرت کی زندگی میں ایسی قطعی بشارت سے نوازا گیا ہے جس میں ردّ و بدل نہیں ہو گا اور بلاشبہ یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔

ولی کے معنی دوست، مددگار اور مقرب کے ہیں۔ ولی اللہ کے لیے قرب کے بہت سے درجے ہیں ایک سے ایک بلند۔ ولی اللہ ایمانِ محکم اور دائمی تقویٰ و پرہیزگاری کی بدولت ان درجات کو طے کرتا جاتا ہے یہاں تک کہ قرب کے اُس مقام پر پہنچ جاتا ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ میرا بندہ فرائض و واجبات کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ "یتقرب الی بالنوافل حتی احبتہ فان احببتہ الخ اس فرمانِ الٰہی کا یہ مطلب نہیں کہ وہ بندہ خدا ہو جاتا ہے یا خدا بندے کے ان اعضا میں حلول کر جاتا ہے بلکہ وہ بندہ خدا کی صفات کا مظہر بن جاتا ہے اور کمالِ انسانیت کے مرتبہ پر فائز ہو جاتا ہے۔ چنانچہ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ اس فرمانِ خداوندی کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں وکذا العبد اذا واظب علی الطاعات الخ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کو محبوب بنا لیتا ہے تو جبریل امین سے فرماتا ہے

از : حضرت مولانا اللہ بخش صاحب گولڑوی

مُریدِ خاص

قطبِ زمانہ حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی قدس سرہ

امام مسجد آستانہ عالیہ غوثیہ گولڑہ شریف

ولادت ہجریؔ

مظہرِ صدیق آمد در جہاں ۔۔۔ صاحبِ علم و ہنر روشن بیاں

۱۳۴۹

مومناں را باعثِ عزّ و شرف ۔۔۔ نور بخش و رہنمائے گمرہاں،

ولادت عیسوی

آمدہ خورشید باضو تابناک ۔۔۔ صاحبِ صدق و صفا با جانِ پاک

۱۹۲۹

اہلسنّت را نشانِ بے عدیل ۔۔۔ بے گماں شد او مطیعِ دینِ پاک

عمر

زیست در دنیا بہ عددِ ہوالاحد ۔۔۔ یافت از حق نعمت ہائے بے عدد

۵۵

وصالِ ہجری

غلامِ محمد ، محمد شفیع ۔۔۔ ز دنیا برفت او بہ شانِ رفیع

ز دارِ فنا تا بہ دارِ بقا ۔۔۔ محمد شفیعش محمد شفیع

۱۴۰۲ھ

وصالِ عیسوی

یُنَادی لَہٗ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْھَا خَالِدِیْنَ

۱۹۸۴ء

بست و یک بود است از ماہِ زکوٰۃ ۔۔۔ یافت مولانا راز دُنیا نجات

سن ہجری چار دہ صد و چار بود ۔۔۔ از فنا سوئے بقا رحلت نمود

ے بہ لحاظِ جنتری ۱۹۲۹ عیسوی کے سن میں سن ہجری ۱۳۴۷ ہوتا ہے۔ تاہم ۱۴۰۲ میں سے مولانا مرحوم کی مدت حیات ۵۵ برس کم کریں تو ۱۳۴۹ رہ جاتا ہے

کہ اے جبریل میں فلاں بندے سے محبت کرتا ہوں تو بھی اُس سے محبت کریں جبریل بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں پھر وہ آسمان میں منادی کرتے ہیں کہ اے اہلِ آسمان اللہ تعالیٰ فلاں بندے سے محبت کرتا ہے تم بھی اس سے محبت کرو پھر وہ بندہ سب اہلِ آسمان میں محبوب ہو جاتا ہے۔ پھر اس کی مقبولیت کا چرچا زمین میں بھی ہو جاتا ہے تو اہلِ زمین بھی اس کے گرویدہ ہو جاتے ہیں اور ان کے دلوں میں بھی اس مقبول بندے کی محبت و عقیدت پیدا ہو جاتی ہے۔

یاد رکھیے اولیاَ اللہ دو قسم کے ہوتے ہیں ایک وہ جو طالب اور محب ہیں دوسرے وہ جو مطلوب و محبوب ہیں۔ قطب الاقطاب، غوث الثقلین، شیخ الاسلام والمسلمین محبوبِ سبحانی ابو محمد عبدالقادر الحسنی والحسینی الجیلانی رضی اللہ عنہ انہی اولیاء اللہ میں سے ہیں جو محبوب و مطلوب ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے فضل و کرم سے ازل ہی سے نوازا ہے۔ آپ مادر زاد ولی اللہ ہیں۔ آپ کی ولادت یکم رمضان المبارک ۴۷۰ھ یا ۴۷۱ھ میں ہوئی اور آپ نے پیدا ہوتے ہی رمضان کے روزے رکھے ؎

غوثِ اعظم متقی ہر آن میں　　　چھوڑا ماں کا دودھ بھی رمضان میں

باوجود اس کے کہ آپ مادر زاد ولی اللہ تھے پھر بھی آپ کی عبادت و ریاضت کا یہ عالم تھا کہ آپ نے چالیس سال عشاء کے وضو سے فجر کی نماز ادا کی پندرہ سال متواتر ہر روز عشاء اور فجر کے درمیان ایک ٹانگ پر کھڑے ہو کر پورا قرآن پاک ختم کیا۔ پچیس سال عراق کے صحراؤں اور جنگلوں میں رہ کر عبادت کی۔

علم و فضل کے لحاظ سے آپ اپنے زمانہ کے تمام علماء پر فائق تھے۔ آپ کا فرمان ہے کہ عالمِ واقعہ میں حضور سید الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے سات مرتبہ اور سید الاولیاء والمتقین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے چھ مرتبہ میرے منہ میں اپنا لعاب دہن ڈالا جس کی برکتوں سے مجھ پر علومِ ظاہری و باطنی کے صدہا دروازے کھل گئے ؎

لعاب اپنا چٹایا احمدِ مختار نے اُن کو
تو پھر کیسے نہ ہوتا بول بالا غوثِ اعظم کا

بہت سے اولیاء کرام نے آپ کی ولادت سے پہلے بطور پیشین گوئی فرمایا تھا کہ عنقریب بغداد میں ایک شخص ظاہر ہوگا جس کا نام عبدالقادر ہوگا وہ اپنے وقت کے تمام اولیاء کرام کا سردار ہوگا اور وہ کہے گا قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ کہ میرا یہ قدم تمام اولیاء کی گردن پر ہے۔ تو اُس وقت کے تمام اولیاء اپنی گردنیں جھکا کر اس کے قدم کو سر آنکھوں پر رکھیں گے اور اس کی بزرگی

کا اعتراف کریں گے ؎

جو فرمایا کہ دوش اولیاء پر ہے قدم میرا
لیا سر کو جھکا کے سب نے تلوا غوثِ اعظم کا

اعلیٰحضرت مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

سر بھلا کیا کوئی جانے کہ ہے کیسا تیرا
اولیاء ملتے ہیں آنکھیں وہ ہے تلوا تیرا

آپ کی ذات اقدس فیوض و برکات کا سرچشمہ تھی سینکڑوں کافروں کو آپ نے مسلمان کیا اور ہزاروں فُساق و فجار آپ کے دستِ حق پرست پر بیعت کر کے متقی پرہیز گار بنے۔ آپ نے چوروں، بدکاروں کو قطب بنایا ہے۔ آپ کی ذات سے دین اسلام کو اس قدر تقویت حاصل ہوئی کہ آپ کا لقب ہی محی الدین ہوگیا۔ دنیائے اسلام میں جو عزت و شہرت آپ کو حاصل ہے وہ شاید ہی کسی ولی کو حاصل ہوگی۔ بہت سے علماء و محدثین نے آپ کے حالات اور فضائل و کمالات میں بڑی بڑی کتابیں لکھی ہیں۔ ربیع الثانی کی گیارہ تاریخ ۵۶۱ھ میں بعمر ۹۰ سال آپ کی وفات ہوئی۔ بغداد شریف میں آپ کا مزار پُرانوار زیارت گاہِ خواص و عام ہے۔ "رضی اللہ تعالےٰ عنہ"

پیر سید محمد علی شاہ سجادہ نشین آستانہ عالیہ حضرت کرماں والا

شیرِ ربانی حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر کا عکس

المدعا فقط

الکرام تبارک و تعالیٰ و عنایات لطف العظیم

عجب کھیل کھیلا اول آخر ظاہر باطن

سیوا ہی ہیں غور سے انکا خیال کرو

اور ہر حال شکر درود شریف

محبت پیار کرو

بطرف اللہ کی حبت۔

قرآن شریف کی منزل ضرور پڑھا کرو جس قدر ہو سکے

باترجمہ غور سے

[illegible]

دنیا [illegible]

مسلمان ہی جو امت [illegible]

[illegible]

شبِ ایوانِ سحر مرقد فروزاں ہو ترا

قطعہ تاریخ وصال

خطیبِ پاکستان حضرت علامہ مولانا محمد شفیع اوکاڑوی قدس سرہ

از: شاہ انصار الہ آبادی

جاں بحق شد بہ مدحتِ سرکارؐ!
آں حبیب و لبیبِ پاکستان
گفت انصارؔ سالِ پاکِ وصال
"عالمِ حق خطیبِ پاکستان"
۱۴۰۴ ہجری شریف

اپیل

خطیبِ پاکستان حضرت علامہ مولانا محمد شفیع اوکاڑوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تمام زندگی خدمتِ دین وملت میں بسر کی ۔ کون سا مقام ایسا ہے جہاں جا کر انہوں نے ذکرِ رسول ؐ نہ کیا ہو ، کون ہے وہ جس نے مولانا کا خطابِ دل نواز سُنا ہو اور اُس کے دل میں حرارتِ عشقِ رسول ؐ نے گھر نہ کیا ہو ۔ وہ عاشقِ رسول تھے اور عشقِ رسول ؐ کی شمع ہر دل میں روشن کرتے رہے ۔ اب وہ بہ ظاہر ہم سے جُدا ہو گئے ، لیکن دلوں میں ان کی یاد ہمیشہ رہے گی ، کانوں میں ان کی آواز گونجتی رہے گی ۔

مولانا مرحوم کی مساعیِ جملہ کو باقی رکھنے کے لیے مولانا اوکاڑوی ؒ اکادمی کا قیام عمل میں لایا گیا ہے تاکہ وہ مشن جو مولانا کی زندگی کا نصب العین تھا اُسے جاری رکھا جا سکے ۔ اس سلسلے میں ہمیں آپ کے گراں قدر تعاون کی ضرورت ہے ۔ ہمیں اُمید ہے کہ آپ کا تعاون ہمیں حاصل رہے گا ۔

براہِ راست عطیات کے لیے یونائیٹڈ بنک لمیٹڈ سولجر بازار برانچ میں اکاؤنٹ قائم کر دیا گیا ہے جس کا نمبر ہے ۔

مولانا اوکاڑوی اکادمی

رابطے کے لیے : ۵۳ ۔ بی ، سندھی مسلم ہاؤسنگ سوسائٹی ، کراچی ۲

جامع مسجد گلزارِ حبیب ، ڈولی کھاتہ ، سولجر بازار کراچی

خطیبِ پاکستان حضرت علامہ مولانا محمد شفیع اوکاڑوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

کی بلند پایہ تحقیق اور عشقِ رسول ﷺ پر مبنی گراں قدر تصانیف

۱ **ذکرِ جمیل** : سراپائے رسول ﷺ

۲ **ذکرِ حسین** : سیرتِ رسول ﷺ (حصہ اول و دوم کو یکجا کر کے شائع کیا جا رہا ہے۔

۳ **شامِ کربلا** : شہادت امام حسین کے مستند واقعات

۴ **امامِ پاک اور یزید پلید** : خارجی ٹولے کے نواسہ رسول پر اعتراضات کا مدلل و مکمل جواب

۵ **راہِ عقیدت** : مقاماتِ مقدسہ کی عظمت و زیارت کی رُوداد

۶ **راہِ حق** : ندائے یا رسول اللہ کا تحقیقی مسئلہ

۷ **نمازِ مترجم** : ہر بڑے چھوٹے کے لیے نماز کی سب سے بہترین اور آسان کتاب

۸ **نغمۂ حبیب** : مختلف نعتوں کا مجموعہ

۹ **برکاتِ میلاد شریف** : میلاد شریف کے انعقاد اور درود سلام کی تحقیق و برکات

۱۰ **ثواب العبادات** : انتقال کر جانے والوں کے لیے ایصالِ ثواب کی تحقیق

۱۱ **مسئلہ طلاق ثلاثہ** : طلاق کے مشکل ترین مسئلے پر بہترین تحقیق

۱۲ **انوارِ رسالت** : احادیثِ نبوی کا بہترین گلدستہ

۱۳ **تعارف علمائے دیوبند** : علمائے دیوبند کا بہترین تعارف، حقائق پر مبنی ایک معلوماتی کتاب

۱۴ **مسئلہ سیاہ خضاب** : خضاب سے متعلق قرآن و حدیث کی روشنی میں مکمل تحقیق۔

۱۵ **مسلمان خاتون** : کتاب و سنت کی روشنی میں عورت کے مقام اور کردار کا تعین اور نامور خواتین کے تذکروں پر مشتمل ایک بہترین کتاب۔

۱۶ **درسِ توحید** : اپنے آئینے میں

۱۷ **انگوٹھا چومنے کا مسئلہ** : نامِ پاکِ رسول ﷺ سُن کر انگوٹھا چومنے کے مسئلے پر تحقیق۔

۱۸ **اخلاق و اعمال** : "قرآن حکیم اور ہماری زندگی" کے عنوان سے ریڈیو میں نشر ہونے والی تقاریر کا مجموعہ

۱۹ **سفینۂ نوح حصہ اول** : مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی مستند سیرت و سوانح اور تعلیمات

۲۰ **سفینۂ نوح حصہ دوم** : خاتونِ جنت حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی مستند سیرت و سوانح

۲۱ **مقالاتِ اوکاڑوی** : مختلف موضوعات پر تحقیقی مقالے، مولانا کی ہم مختصر مختلف کتابوں کو مقالات میں شامل کیا جا رہا ہے۔

نورانی کتب خانہ ۔ ۵۳ ۔ بی ۔ سندھی مسلم ہاؤسنگ سوسائٹی، کراچی ۔ ۳